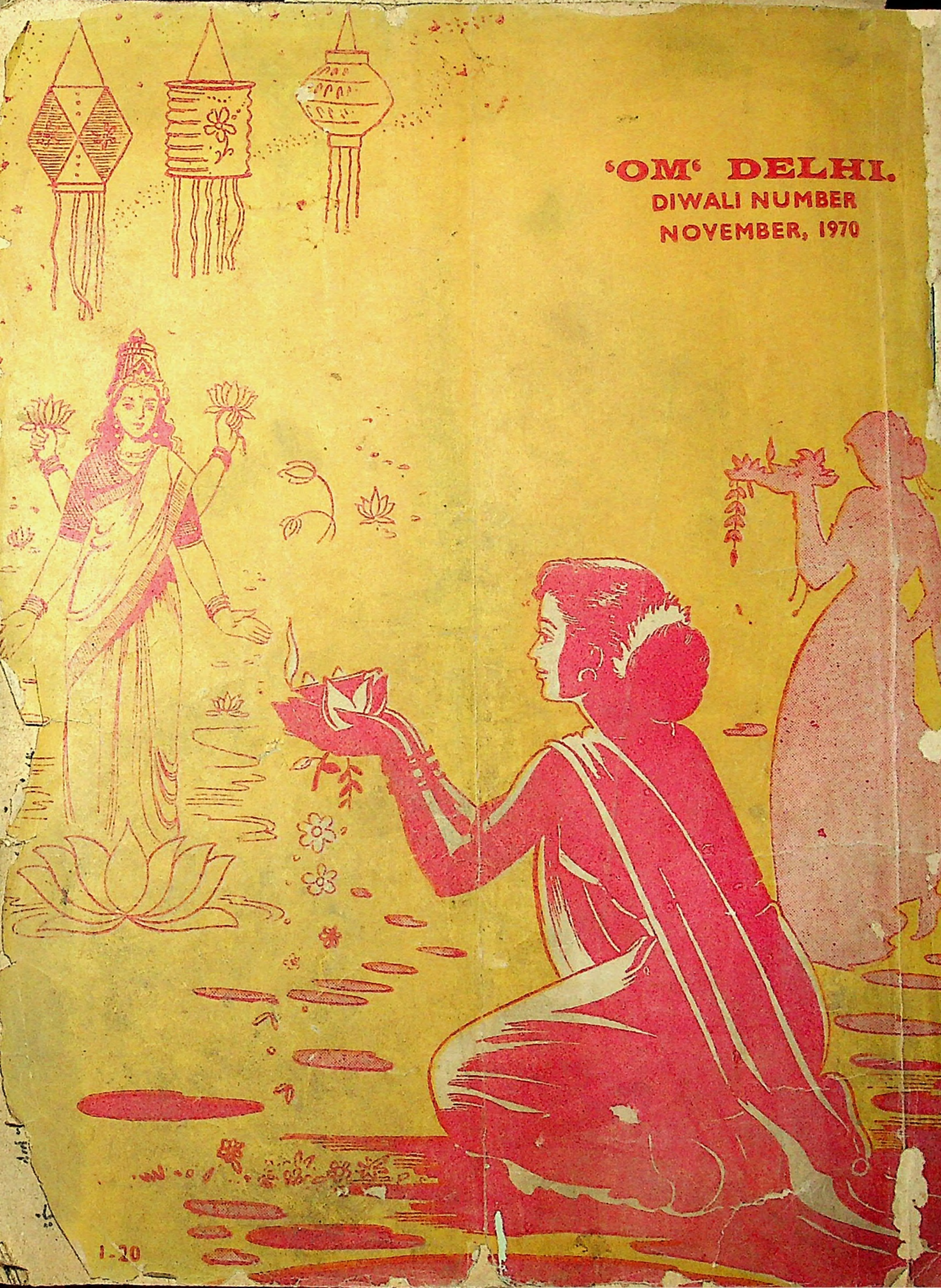


**'OM' DELHI.**  
**DIWALI NUMBER**  
**NOVEMBER, 1970**







SWAMI RAM TIRATH







# اعراض و مقاصد

- ۱۔ زمانہ حال کی زبان میں برہم گیان کی تعلیم دینا۔
- ۲۔ بھگتوں، یوگیوں، گیانیوں اور دوسرے جمہا پرشوں کے اُچارنے والی زندگیوں کے موثر حالات پیش کرنا۔
- ۳۔ عالمگیر اور ابدی سچائیوں کی اشاعت کے ذریعہ تعصب اور تنگدلی کو دور کرنا۔
- ۴۔ ماضی و حال کے بلند ترین خیالات اور نہایت گہرے روحانی تجربات کو پیش کرنا۔
- ۵۔ تمام قوموں اور نسلوں کے درمیان انسانی وحدت کو کھلا کر باہمی رواداری قدر شناسی اور اتحاد کی سپرٹ کو بڑھانا۔

## قواعد و ضوابط

- ۱۔ یہ رسالہ ہر ماہ انگریزی ۲۹ یا ۳۰ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔
- ۲۔ اگر کسی صاحب کو کوئی پرچہ وقت پر نہ ملے تو وہ اپنی تنگ جھکی لکھ کر پرچہ طلب کر سکتے ہیں۔
- ۳۔ خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دینا چاہئے جو کہ پتہ والی چٹ پر درج ہوتا ہے۔
- ۴۔ مئی اور ارسال کرتے وقت اپنا خریداری نمبر اپنا نام اور پورا پتہ خوش خطا حروف میں مئی اور کوپن پر لکھنا چاہئے۔ نئے خریداروں کو یہ ضرور لکھنا چاہئے کہ میں نیا خریدار ہوں۔
- ۵۔ اہل قلم حضرات کے مضامین بھی رسالہ ہذا میں درج ہو سکتے ہیں بشرطیکہ وہ اس کے ادبی، روحانی معیار پر پورے اتریں۔

۱۹۶۱ء اپنا سنا تک کے نام سے منسوب ہوگا۔ جو کہ ۲۹ دسمبر ۱۹۶۰ء کو نہایت پابندی وقت کے ساتھ شائع ہو جائے گا۔ فی کاپی کی قیمت چار روپے ہوگی لیکن ام کے سالانہ خریداروں کو مفت بھینٹ ہوگا۔



# رسالہ اوم دہلی کا سولہواں سالانہ نمبر

## اوم سالانہ نمبر ۱۹۷۶ء

اپنی ان خصوصیات کے ساتھ جو ایک بلند پایہ اور کثیر الاشاعت رسالہ کے خاص نمبر کیلئے باعث فخر ہو سکتی ہیں۔ ۲۹ نومبر ۱۹۷۶ء کو نہایت پابندی وقت پر شائع ہو جائے گا۔

اوم  
کایہ سالانہ نمبر بہترین  
تصاویر کا جواب  
مفت ہوگا۔

اوم  
کایہ سالانہ نمبر گراں مایہ اور  
مفید مضامین کا مجموعہ ہوگا۔

اوم  
کایہ سالانہ نمبر پچھلا دور  
اور پچھلے کھٹاؤں سے  
فقیر المثال ہوگا۔

اوم  
کایہ سالانہ نمبر شکر  
آفاق شعرا کے  
کلام کا مخزن ہوگا۔

اوم  
کایہ سالانہ نمبر لطیف  
کتابت و طباعت  
نہایت ہی دیدہ زیب  
ہوگا۔

## اگر آپ

اوم کے مستقل خریدار نہیں تو آج ہی فرمائش خریداری بھیج کر ایک سال کیلئے خریدار بن جائیں  
اس صورت میں رسالہ اوم کے ماہوار پرچوں کے علاوہ آپ اس سال انک جو کہ غفریب  
شائع ہونے والا خاص نمبر بھی فی کاپی کی قیمت چار روپے ہوگی، بھی مفت ملے گا۔

بینچر رسالہ اوم اندرون بازار اجیری گیٹ دہلی نمبر ۶



# نوٹین

اوم

ایڈیٹر

- (۱) اوم کے معزز خریداران سے ہم نوٹین کرتے ہیں کہ جن سہجوں کی میعاد خریداری ماہ دسمبر ۱۹۷۰ء کے پرچے کے ساتھ ختم ہوگی۔ ان کو اسی پرچے ماہ نومبر ۱۹۷۰ء میں مطلع کیا جا رہا ہے۔ وہ کراپ کر کے اپنا سالانہ چھمہ بابت ۱۹۷۰ء اسی ماہ کے اندر بذریعہ منی آرڈر بھیج کر مشکور فرمائیں۔ تاکہ ان کی یہ رقم سالانہ اپنا سٹاناک بابت جنوری ۱۹۷۱ء کیلئے خرچ کر کے اس کو شاندار بنانے کی کوشش کی جائے۔
- (۲) آجکل رسالہ اوم کا سالانہ چھمہ تیرہ (13/2) روپے ہے۔ اس لئے ہر دھرم پرہی کو چاہئے کہ وہ رقم بذریعہ منی آرڈر ماہ نومبر میں بھیج کر مشکور فرمائیں۔ کیونکہ گزشتہ سال کے نتائج تجربہ کی بناء پر ناظرین اوم کو یہ وضع کر دینا ضروری ہے کہ جو رقم بذریعہ منی آرڈر ماہ دسمبر ۱۹۷۰ء میں ارسال کی گئی تھیں وہ ہمیں ایک ماہ بعد یعنی ۵ جنوری ۱۹۷۱ء کو وصول ہوئیں۔ جبکہ ہم وی، پی پیج چکے تھے۔ نتیجہ کے طور پر ہمیں چھمہ وقت پر نہ ملنے کے سبب وی، پی کرانے پڑے جو کہ کافی تعداد میں لوں آگئے اور ہمارا نقصان ہوا۔ اس لئے ہم اوم کے پُرانے خریداران سے پُر زور اپیل کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنا سالانہ چھمہ مبلغ 13/2 روپے 15 نومبر ۱۹۷۰ء سے پیشتر ہی ارسال کرنے کی کراپ کریں۔ تاکہ ان کی یہ رقم بروقت مل جاوے اور ہمیں خواہ مخواہ وی، پی نہ کرنا پڑے۔
- (۳) سالانہ اپنا سٹاناک نہایت باقاعدگی کے ساتھ مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۷۰ء کو شائع ہو جائے گا۔ اس لئے پتہ تبدیلی کی اطلاع ہمارے پاس ۱۵ دسمبر ۱۹۷۰ء تک ضرور بھیج دینی چاہئے۔ اور اپنے ڈکنڈ کو بھی نئے پتہ سے آگاہ کر دینا چاہئے۔ تاکہ پرچہ نہ ہو۔
- (۴) سالانہ اپنا سٹاناک کے نہ پہنچنے کی اطلاع ۵ جنوری ۱۹۷۱ء کے بعد اور دس جنوری کے اندر ضرور دینی چاہئے۔ تاکہ ہم ٹکسٹ ڈکنڈ کو تحقیقات کے لئے بھیج سکیں۔
- (۵) پندرہ جنوری ۱۹۷۱ء کے بعد اپنا سٹاناک نہ پہنچنے کی شکایت پر تعمیل نہیں ہوگی۔
- (۶) تاہم مقررہ کے اندر شکایت منظر ہمارے پرچہ بل قیمت یعنی فوری بذریعہ رجسٹری ارسال کیے۔ صرف ٹکسٹ خرچ بذمہ خریدار ہوگا۔

منیجر



اوم

## پنہ کارہ

اوم پریمی اپنے معشوقوں و دوستوں اور تعلق داروں کو اوم کا خدیار بننے کی پریرنا کریں۔

کسی کو نیکی کے راستہ پر لگانا بھی ایک بڑا پنہ ہے

یہ دنیا خیال کا ہی مکیں ہے۔ نیک خیال رکھنے والوں کے لئے یہی سنسار سوگ کی مانند ہو جاتا ہے اور بُرے خیالات والوں کیلئے نرک بن جاتا ہے۔ کسی کو نیک خیال کی طرف راغب کرنا بہشت کا دروازہ دکھلانے کے مصداق ہے۔ انسان کے اندر ہر طرح کی طاقتیں مخفی ہیں اور وہ کوئی لکڑی کی بطرح جڑ پکڑے ہوئے ہیں کہ جیسے دریا جھڑپا ہے یہاں تک کہ جاتے۔ بلکہ وہ دریا کی موجوں کو اپنے بس میں رکھے جھڑپا ہے اپنا راستہ نکال سکتا ہے ضرورت صرف یہ ہے کہ اُسے یہ خیال دیا جائے۔ اسلئے اُتسار، دلیری اور بشاشت کی رُوح چھوکنے والا لڑکچہ کسی کو ہتیا کرنا یا حاصل کرنے کی طرف راغب کرنا۔ اُس پر ایک بڑا ایکار ہے۔ اور یہ ایکار کا کام ہمارے ناظرین ہیں۔ ہر ایک شخص کو کرنا چاہئے۔

## سنا سنا انک میں

جو معنائیں درج کئے جا رہے ہیں وہ گزروں کو اٹھانے، ڈھبوں کو بچانے اور مایوس شوکت خجودہ لوگوں کو آشا وادی بنانے اور اُنہیں جو صلہ دیکر نئے سرے سے میدانِ عمل میں کھڑا کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ آپ کو ان کے مطالعہ سے پتہ لگے گا کہ کس طرح ہمارے پرشوں نے اپنے آدرش پر پہنچنے کے لئے دنیا بھر کی مصائب کو خوش آمدید کہا اور ہر ایک مصیبت کو مژدہ وار دوندتے ہوئے اپنی منزل مقصود پر پہنچے۔ آپ سنا انک میں ہمارے پرشوں کی جیونیوں کے علاوہ دھاراک ڈرانے اور رُوحانی اُتسارنے بھی شائع ہو رہے ہیں۔

آپ سنا انک کا مکمل تعارف ہم اپنے ناظرین کو اگلے پرچہ میں کر سکیں گے۔

(ابد پیر)



## جہنہ قسم ہونے کی اطلالی

از دفتر رسالہ ادرا - اجیری گیٹ - دلی - ۶ - کان نمبر ۶۲۵۶۵

شریانی جی۔ فسلار۔

آپ کی بھواری فہین ہے کہ آپ کی حیلہ فریاری دس ہر چہ کے ساتھ قسم ہو رہی ہے۔  
اسے آپ کریا کر کے اپنا سالہ جہنہ بندہ بھیجے کی کریا کریں۔ تاکہ اگلہ سیرچہ آپ کو  
دی پی بھیجنے کی ضرورت نہ پڑے۔ وی کی ہر خواہ محالہ ایک درپہ کا زائد فریخ آجاتا ہے +  
اگر کسی وجہ سے آئندہ سال کی فریاری منکور نہ ہو تو بندہ کی کارڈ میں جلد از جلد  
میلے کر رہی۔ تاکہ وی پی نہ کر دیا جاوے۔ جلد لٹے ہم آپ کے مشکور ہو گئے۔

آپ کا شہجہ چٹک

نمبر رسالہ ادرا دلی - ۶



(۱۰۴)

# دھرم پہ تن من نثار کر دے

اگر ہے جیون کی بھگو خواہش دھرم پہ تن من نثار کر دے  
 مثال تختہ اپنی کھوکھلی ہستی جہاں کو رشک بہا کر دے  
 تجھے امارت کی گر طلب ہے گمراہ دولت تو میکسوں میں  
 مثال دریا جو پائے دیدے بلیگا مت انتظار کر دے  
 خودی میں نقصان ہے سراسر جو فائدہ ہے تو بے خودی میں  
 خدا سے ہی مانگ ناخداؤں کے تیرے پیرے کو پار کر دے  
 یہ مانا ہے سخت آزمائش بچھا ہے مایا کا جال ہر سو  
 تو وید کا پڑھکے اہم عظم طلسم یہ تار تار کر دے  
 مٹایا چلے جو درد دنیا تو صورت درد بن سراپا  
 کسی کے پاؤں میں خار ٹوٹے تو تیرا سینا فگار کر دے  
 مثال بلبلی نہ رو جہاں میں تو گل کی مانند خندہ زن ہو  
 کھل اور باغ خزاں رسیدہ کو سر سبز لالہ زار کر دے  
 کشاکش زندگی سے بچ کر کبھی تو خلوت نشیں ہو کر  
 ہے اس میں قدرت کہ بوند پانی کو گوہر آبدار کر دے  
 لباس ہستی کو اپنے ناداں تو رنگ عشق خدا میں رنگ ہے  
 مگر خبر دار داغ عصیاں نہ پھر اسے داغ دار کر دے (پاپ کرم)  
 ستم سہے جا کر کم کئے جا۔ یہی چھا طرز عمل ریشمی کا  
 اسی پہ عاقل پر کیم تو ہو کہ حق تجھے کا مکار کر دے

یعنی برہم  
 ستم  
 جگت گتھا

ضروری نویدیں: منی آرڈر بھیجتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضروری ہے جو کہ تہذیبی چٹ پرچ ہوتا ہے۔  
 اگر آپ نے خریداری تو کو بن پر ضرور لکھیں کہ میں نیا خریداری ہوں۔ (دیکھو)



# ہستی، خلق خدا ہم کو نایابانہ کیا

(رسالہ اوم کے متعلق چند مضمر ہستیوں کی رائے)

اشوک نگر ویلفیئر ایسوسی ایشن (رجسٹرڈ) اشوک نگر نئی دہلی کے پردھان شری راج رام آریہ تحریر فرماتے ہیں۔  
ہرم آدرینہ گرسٹی سنت شری گورکھ ناتھ زندہ سمپادک رسالہ اوم جو کہ اپنے دیش میں عرصہ 37 سال سے روحانیت کا پرچار نشوراکھ بھاو سے کرتے چلے آ رہے ہیں۔ دلی بدھائی دیتا ہوں اور انکی اگامی سچھلتا کیلئے جھگوان سے پراختیا کرتا ہوں کہ وہ اس بھاو سے روحانی سیوا کرتے ہوئے اگر شریوں بھی اسکی سچی بھگتی ہے۔  
مجھے اس رسالہ کے پڑھنے کا کئی درشوں سے سوچا گیا رہا ہے۔ میں ان کے جذبہ دلش بھگتی، دھرم پریم اور ہندو دھرم کی سیوا سے بھرے ہوئے جذبات کی تہ دل سے قدر کرتا ہوں۔ اور اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی ہندو دھرم بھائی گیتا پر چارنی سوسائٹی اٹھوا انتہ دھاراک بھائیوں سے پر نور انورودھ اور لویدین کرونگا کہ وہ اپنی سمھاؤں کیلئے رسالہ ہا کے مستقل خریدار بنا کر دھرم پریم کا پرچار کر کے اپنے پرچار کی پوری کریں۔

رسالہ اوم اردو اور رسالہ کلیان ہندی سے جاتی اور دلش کا جتنا کلیان ہو سکتا ہے اور کسی بھی دھرم پرچار بھائی سے اُتارنا ہو سکیگا۔ اس لئے میں رسالہ اوم کے انگریزی سرکولیشن مینجر شری موہن لال مستانہ کو بھی پرینا کرونگا کہ جس جوش اور اُتار سے یہ ہندو جاتی اور دھرم کی سیوا کر رہے ہیں۔ وہ کرتے جاویں جھگوان ان پر کرپاکر کے انکی جیون یا ترا سچھل کرینگے۔ گنویرا ہوں۔ دھرم پریم اور دلش بھگتی کے جذبہ سے سرشار ہیں۔ اور جذبات جاتی کی دُعا میں لیں۔ میری شجہ کامنائیں ہر وقت اُنکے ساتھ ہیں۔ (دستخط) راج رام آریہ سنستھاپک آریہ سماج براعظم اشوک نگر پردھان جن سنگھ

منٹل اشوک نگر نئی دہلی ۱۵۔ مورخہ ۱۷/۹/۷۰

از دفتر ورلڈ ویلفیئر آف ریلیجنس۔ ۲/ لہڈی ہارڈنگ روڈ نئی دہلی ۱۱۔ مورخہ ۵۔۸۔۷۰  
پوجیہ پادجن مینی شری شری سوشل مینی جی ہاراج کی شجہ کامنائیں اوم کے لئے۔ ادھیانمکٹا کا وکاس اوم کے ادھار پر ہی ہو سکتا ہے شری موہن لال جی مستانہ سے اوم ماسک پرتیاں پاکر من گدگد ہو گیا۔ میں اس پتہ کی سچھلتا چاہتا ہوں۔ گھر گھر میں یہ پتہ پہنچے اور اونکار کی دھوئی کو گچت کرے۔ میں مستانہ جی کے اُتار سے پریمت ہوں۔ مجھے اگر موہن لال جی جیسے اور دیوانے بل جائیں تو دھرم پرچار میں بہت بل ہے۔ دھرم سمیلن کا بھی یہی وجہ ہے کہ کبھی دھرم ایک ہیں۔ مت بھید غلط ہیں۔ دھرم کے نام پر بھید بھاو پیدا کرنا پر بھو کی امشا کا اُلکھن کرنا ہے۔

دھرم کے ماننے والے اگر اُتری ناسک شکیتوں کے سامنے سنگھن نہ ہو سکے تو اس سے سنسار میں دھارکٹا کوٹری پانی پہنچا دھرم کے ماننے والے اس یاک میں ادھیانمکٹا کے پرچار میں جب اگر شرینگا۔ شجہ کامناؤں کے ساتھ (دستخط)



شہری لوگ ویرنگہ جی سد سیہ مہانگر پریشد دہلی کی آئیر باد - مورخہ 6.8.76



میرے علاقہ کے سب سے زیادہ شہری شخصیت شری موہن لال جی مستانہ کو سناں جگت میں سبھی لوگ جانتے ہیں۔ ان کے کاموں سے میں ہمیشہ سچھرتی حاصل کرتا ہوں۔ دھارمک تہواروں اور سماجک کاموں میں سب سے آگے پیشہ وگامی دینے والے شہری مستانہ جی، جب میرے پاس رسالہ اوم لیکر آتے ہیں تو میں اسے پڑھ کر ہمیشہ سوچتا ہوں کہ ہمارے دلش میں سبھی اخبار اس قسم کا پرچار کریں تو دلش کی سبھی سمسیاؤں کا حل کوئی مشکل نہ ہوگا۔ اور اگر میرے دلش و سبھی رسالہ اوم کو پڑھ کر اس پر عمل کرنے لگیں تو کبھی یہ بھارت پھر سے جگت گرو بن سکتا ہے۔

آزاد شہری گورکھ ناتھ نندہ کو ان کے اس 37 سالہ خدمات کیلئے میں انہیں تہ دل سے بدھائی دیتا ہوں اور ایشور سے پوراخصا کرنا ہوں کہ ان کے اس کام میں دن دگنی رات چوگنی ترقی بخشنے۔ درخت شہری لوگ ویرنگہ سد سیہ مہانگر پریشد دہلی

از دفتر شہری سناں دھرم سبھا، موئی نگر نئی دہلی - 15 - مورخہ 03/70

شہری دلہانہ رائے جی ملگو جنرل سیکرٹری۔ تحریر فرماتے ہیں :- رسالہ اوم کو میں کسی سالوں سے پڑھ رہا ہوں۔ اس میں کسی بھی مذہب کے خلاف کبھی کچھ نہیں لکھا جاتا۔ بلکہ ہر شخص کو پرکھ کی بھاوناسکھاتا ہے۔ شہری گورکھ ناتھ نندہ جس لگن اور تقویٰ سے عرصہ سینتیس سال سے اس رسالہ اوم کی کاروائی کو کھینچ رہے ہیں، انکی اس انتھک بے لوث خدمت اور سناں دھرم میں ایکتا کے پرچار سے متاثر ہو کر سناں دھرم جگت کے پوجان سبک شہری موہن لال مستانہ ان سے بھی زیادہ لگن رکھتے ہیں کہ یہ رسالہ جتنی محنت سے تیار کیا جاتا ہے، اور جس میں ہندوستان بھر کے سبھی ہما پرشوں کے اچھے پایہ کے روحانیت افروز مضامین ویسے جاتے ہیں ان سے بھی سناں دھرم اور روحانیت کے پوجاری سبھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں :-

بھو دیہ۔ دلہانہ رائے ملگو جنرل سیکرٹری سناں دھرم سبھا موئی نگر۔ واپ پر دھان کینڈرپہ سناں دھرم سبھا لہر پور دہلی واپ پر دھان دھرم ہند پریشد علاقہ موئی نگر و مہاراشٹر بال بھارتی سناں دھرم سبھا موئی نگر نئی دہلی

از جوابر نگر موئی نگر کشمیر - 28.4.76 " پوجیہ ایڈیٹر صاحب رسالہ اوم دہلی - نمسکار

ہندہ گذشتہ دو سالوں سے رسالہ اوم کا مطالعہ کر رہا ہے۔ آپ نے اس رسالہ کو جاری کر کے کھجاک میں ایک نیکو کار کیا ہے۔ اس کا مطالعہ کرنا دھرم کے سالگرہ میں غوطہ زن ہونا ہے۔ اس سے ہر بھارتی خواہ وہ کسی بھی مذہب : ملت ہو لالچہ اٹھا سکتا ہے میرے خیال میں ہندی مذہب نے والوں کیلئے یہ رسالہ کیا ان (ہندی) کو رکھنے کے برابر ہے۔ ہر ایک اور دھرم چلنے والے دھرم پریمی کو اس کا خریدار بن کر زندگی کو سچھل ہانا چاہیے۔

ایک انجیر اندیش مشام لال خریدار اوم نمبر ۳۶، ۳۷

دکشمیر





از کوڑہ سلاٹھیاں مورخہ 10.4.70

ہری اوم۔ جے رام۔ جے رام۔ اوم نہ شوائے۔ شرمیان نیچو صاحب سالادوم دہلی۔ دام اقبالہ  
رسالہ اوم کا مکتی انک اور اس کے بعد پچھ مارچ اور اپریل پھر طبیعت باغ باغ ہو گئی۔ یہ رسالہ اگیا  
لوگوں کو گیان سے ہمیشہ بھر پور کرتا رہا ہے۔ یہی ایشور سے پراگھنا ہے۔ "لومش سنگھ سلاٹھیا خدیار نمبر 2873

اپکا اوم جو ملک وقوم کی خدمت کر رہا ہے۔ وہ قابلِ راد ہے۔ ملک بھر کے رسالوں میں اوم حق اور روایت  
کی تعلیم کا منبع ہے۔ یہ تارکیکوں کو مٹانے کے لئے روشنی کا بینار ہے جس سے لاکھوں گمراہوں اور جھوٹے جھگڑوں  
کو راہ ملتی ہے اور وہ منزل مقصود تک پہنچ جاتے ہیں۔ (خلیق پٹھانوی)  
آپکے رسالہ کی مجھے اس طرح انتظار رہتی ہے۔ جیسے پیاسے کو پانی کی اس کے مضامین کو بار بار پڑھنے سے من کو شافی  
ہوتی ہے۔ ابھی تک جبکہ دھرم کی طرف لوگوں کا رجحان بہت ہی کم ہے اپنی دھرم پر چارک سیدو سب سے اتم قومی سیدو  
ہے۔ (رام صاحب) ملک راج چٹھا۔

رسالہ اوم فی الواقع جامِ عرفاں اور انسانیت کے معراج کا آئینہ دار ہے۔ میں آٹھ نو سال سے اسکا مطالعہ کر رہا ہوں  
اسکے مطالعہ نے مجھے حقیقی انسانیت اور ساتن دھرم کی فضیلت کے رموز سے واقف کر دیا ہے۔ میرے خیال میں آپ اور  
آپکے لیکھک موجودہ کلچرک دور میں انسانیت کی بہت بڑی خدمت کر رہے ہیں۔ اس اندھکار اور زر پرستی کے زمانہ میں  
وحدانیت اور انسانی اخلاق اور بلند کردار سے گری ہوئی جنتا کو مائل کرنا بہت بڑی جرات مندی کا کام ہے۔

امناکتھ بٹ S.I. Police باندی پور (کشمیر)

اس رسالہ کے بغیر میں اپنا جیون ادھورا سمجھتا ہوں۔ آپ کا رسالہ انسانی جیون کے لئے نہایت مفید ہے۔

(موہن لال گاجری)

میں نے اردو زبان میں ہزاروں رسالہ اور کتابیں پڑھی تھیں لیکن اس قسم کا بنیظیر لچسپ رسالہ اب تک نہیں دیکھا۔  
ایسے رسالہ کا ہر ہندو گھرانہ میں ہونا نہایت ضروری ہے ایسا رسالہ نکال کر آپ قوم اور ملک پر فخر ادا کر رہے ہیں۔

(آر۔ پی۔ چب)

شرمیان زندہ جی منستہ۔ میں آپکا پُرانا گاہک ہوں۔ میں آپکے اس روحانی رسالہ کو بڑے پریم اور شوق سے پڑھتا  
ہوں اس میں جتنا بھی لکھ کر پڑھتا ہے وہ اعلیٰ پایہ اور بہترین اخلاقی نمونہ کا ہوتا ہے۔ نیز میں شوق سے کہہ سکتی ہوں کہ  
رسالہ اوم روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک ہے۔ (بی۔ آر۔ شرمیا)

از لول گرھ۔ شرمیان مانہ پریم سینہی۔ جے سینتارام۔ بندہ عرصہ سے اوم کا ادھین کر رہا ہے۔ چنانچہ صحیح  
معنوں میں ایک روحانی غذا بل رہی ہے۔ من کو شافی اور چھگوت چھگتی اور مانو پریم ایک پرکار سے انمول ترن پراپت ہو رہا ہے۔  
ہر دیہ سے دھنبا۔



از سلا متواری ! پوجیہ ایڈیٹر صاحب آڈیو ریک منستے۔ رسالہ اوم موجودہ زمانہ میں ہندو دھرم کی جو ضرورت پوری کر رہا ہے۔ اُسکے لئے میری دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔ موجودہ زمانہ میں ہندو دھرم تنزلی کی طرف جا رہا ہے۔ اس لئے رسالہ اوم موجودہ زمانہ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ میں چونکہ تقریباً ۶۰ سے ۷۰ کے ہر رسالہ کو پڑھتا ہوں اور مجھے شانتی ملی ہے میں رسالہ اوم کی اشاعت بڑھانا اپنا کروتیہ سمجھتا ہوں۔  
(موہن لال نیچرا)

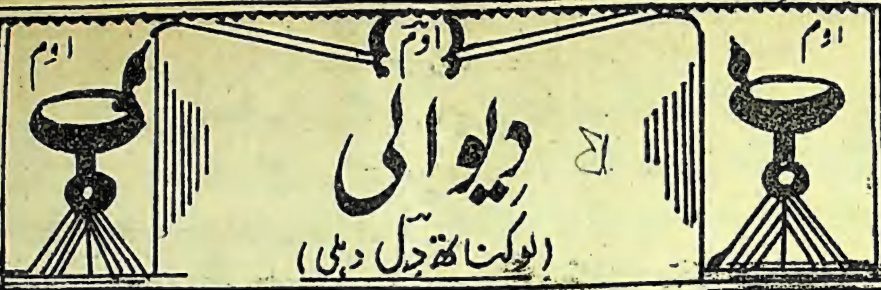
## پڑھیں رسالہ اوم

از قلم شری کرشن پٹند روپی

پڑھیں رسالہ اوم یہ۔ اوگن سب بہت جائیں  
جہیں جو پیارا نام یہ۔ موکش پدوی پائیں  
ہر شے جگ کی لے روئی۔ پڑھو امانت جان  
میری میری جو کرے۔ مٹو رکھ ہے انسان  
دھرتی تیرتہ وہ روئی۔ جہیں جہاں پرکھ نام۔  
پاپوں سے من دور کر۔ کرم کریں نشکام  
اوروں کی توجہ جان لے۔ اپنی مانگے خیر  
سوچ روئی من بانورے۔ پرکھ کا کس سے بیر  
مرتے ہی مکھ ڈھانکیو۔ اوگن مجھ میں لاکھ  
اور روئی کچھ نہ کہے۔ آگ سے کرپو راہ  
لاکھ ہوں سورج چاند بھی۔ تارے گناں پچاس  
جوت پڑھو اس سے بڑی۔ لاکھ گنا پرکاش  
کیج سے امتیت پھول کی۔ کانٹوں میں ہے واس۔  
گند پرے گن سے روئی۔ پھووت ہیں مکھ ناس  
سندھیا سے من شانتی۔ کیس ہوں سے پاپ  
چنتا دکھ بھاگیں روئی۔ ہو جہاں اوم کا جاپ  
نہی پرکھ کی شکتیاں۔ سورج تارے چاند۔  
دھرتی بادل بجلیاں۔ ساگر ندیاں باند  
اک جمنے جگ سے گئے۔ ایک چلے جگ چھوڑ : جانا آنا لگ رہا۔ پرکھ گھر کس کا زور،

ناگ





بخت جاگے ہیں پھر اُماؤس کے      را حتمیں جن کی روشنی میں ہیں  
 سال کے بعد آئی دیوالی      آن چراغوں کو لائی دیوالی  
 کون پوچھے گا اب ستاروں کو      ایک دُنیل ہے جگمگا اٹھی  
 ہر نظر میں سمائی دیوالی      اے کے یوں جگمگائی دیوالی

(۳) ————— (۴)

گھر غریبوں کے بھی ہوئے روشن      راقم راؤن کو جیت کر آئے  
 جبکہ محلوں میں آئی دیوالی      تو بھرت نے سچائی دیوالی  
 اُتھوؤں نے ہیں بسترے باندھے      یاد تازہ وہ آج کرنے کو  
 اس طرح مسکرائی دیوالی      سارے بھارت پہ چھائی دیوالی

————— (۵) —————

دیوتاؤں کی یہ مقدس رات  
 دیکھ لو بن کے آئی دیوالی  
 دولت اُس پر فدا ہوئی اے دل  
 جس بشر نے منائی دیوالی



اوم

دہلی جگن ناتھ پورکھیا

## مریاد پرشوتم بھگوان رام

اوم

بھگوان رام کے پوتہ جیون چتر سے کون بھارتیہ واقف نہیں! بھارتیہ ہی کیا سندساریں کوئی پڑھا لکھا شخص ایسا نہ ہوگا جس نے مانو جاتی کے اتہاس میں آدرش جہا پرشوتوں، شہویریوں اور حکمرانوں میں شری رام چندر کی جہا اور بزرگی کو سب سے افضل نہ پایا ہو۔ رام چندر کے چتر نے انسان کو بھگوان کے درجہ پر پہنچا دیا تھا۔ دنیا بھر کی تاریخ آج تک رام چندر سا ہر دوسرا انسان پیش نہیں کر سکی۔ ایک نڈل گئے صدیاں بیت گئیں، انقلابوں کے طوفان اٹھے، دنیا کے نقشے نے کئی تصویریں اختیاری تو میں بنیں اور بگڑیں۔ کئی تہذیبیں پیدا ہوئیں اور ہمیشہ کے لئے مٹ گئیں مگر مانو جاتی کے اتہاس کے ہر ورق پر رام کی کہانی بدستور نقش ہے۔ بھارت بھوجی کے درہ درہ میں اُنکے چتر سمائے ہوئے ہیں۔ اُلکانام ہر ہندو جاتی میں مت ہی زندگی، سیپورتی اور شکتی بھر دیتا ہے۔ رام کا چتر اتہاسیت اور دھرم کی مکمل تشریح ہے۔

آج ہم نہیں مریاد پرشوتم رام کے جیون پر کچھ روشنی ڈالنا چاہتے ہیں لیکن ہم اُنکے جیون پر کیا روشنی ڈالیں گے اُنکا جیون چتر تو خود بخود آفتاب عالم تاب کی طرح سارے جگت میں جگمگا رہا ہے۔ اُنکے جیون کی ایک ایک گھٹنا انسانی زندگی کے تمام قدم پر مشعل راہ بنی ہوئی ہے۔ لہذا اُنکے جیون پر ہمارا روشنی ڈالنا آفتاب کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے پھر کبھی شہر دھاکے بس میں ہو کر اظہار عقیدت کے یہ جرات کرتے ہیں۔ اسلئے کہ اُنکے چتر کو جانتے ہوئے بھی بہت سے لوگ، اس کے صحیح مفہوم اور رہسید کو نہیں سمجھ سکتے۔ جتنا بھی اُنکے چتر پر گہن و چار کیا جاتا ہے۔ اتنے ہی نئے رہسید کھلتے ہیں۔ نئے زمانہ کی نئی نئی تحقیقات کئی ایسی باتوں سے تار یک پر دے اٹھاتے جارہے ہیں جن کے متعلق پہلے ہم غلط فہمیوں میں شکار ہو جاتے تھے۔ یا جنہیں نا حکمت میں شامل کر دیتے تھے۔ آج تک ہم رام کے چتر میں دھرم ہی کی جیوتی کے روشن کرتے آ رہے ہیں۔ رامائن میں رام صہکیتی، مریاد دھرم کی ستھاپنا کی داستان ہی جان پڑتی ہے۔ رامائن کو کبھی ایک سیاسی شاہکار تصور نہیں کیا گیا۔ بلکہ سیاست اور سائنس کے یک میں بعض لوگ رامائن کی کئی باتوں کو محض کھینا، غیر سیاسی اور غیر سائنٹفک سمجھتے ہیں۔ لیکن رام چتر یا رامائن کا جب شدھ من اور گہری توجہ سے مطالعہ کیا جاتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رامائن سرایا ایک بلند سیاست اور بلند ترین سائنٹفک واقعات کی جگہ کا تھا، ہوتی روڑا دہے۔

بھگوان رام کی زندگی کے بڑے بڑے واقعات یہ ہیں۔ ہرشی دشاوتر کے بچپن کی رکشا، سیتا سوئمیر بن باسن رام راوان پر یا لنکا پر فتح اور ان سب واقعات کا آخری نتیجہ رام راجہ کی ستھاپنا۔ اب سوال یہ ہے کہ کسی راجہ کی ستھاپنا کسی طرز حکومت یا بعض خاص لائنوں اور سدھانتوں پر سلطنت کا قائم کرنا ایک سیاسی واقعہ نہیں تو اور کیا ہے؟ رامائن اور دیگر دھرم گرنتھوں میں رام چندر کے اوتار کی غرض و غانت اور اڈیشہ دھرم کی ستھاپنا بتایا گیا ہے۔ ذرا غور سے دیکھا جائے تو رام راجہ کی ستھاپنا ہی کا دو سر نام دھرم کی ستھاپنا ہے۔ دراصل رام کے زمانے اور ہماری دھرم شاستروں میں سیاست یا راجہ متی کو دھرم سے الگ نہیں رکھا گیا۔ دھرم اور سیاست کے درمیان کوئی خط امتیاز نہیں کھینچا گیا۔ جہاں تک ہم سمجھتے ہیں شاستروں میں کسی ایسی سیاست



کو تسلیم نہیں کیا گیا جس سے دھرم خارج کر دیا گیا ہو۔ دھرم کے الوسا را اور دھرم کی بنیادوں پر قائم کی گئی نشان پر نامی اور سلطنت چلانے کی نیتی ہی کو راج نیتی تسلیم کیا گیا ہے۔ اور پھر شاہنشاہوں میں راج نیتی کو راج نیتی کے نام سے یاد کر نیکی بجائے کشا تر دھرم یا راج دھرم ہی کے نام سے بالخصوص یاد کیا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس زمانے اور ہمارے شاہنشاہوں میں راج نیتی کو دھرم ہی کا ایک ضروری جز مانا گیا ہے۔ دھرم سے الگ اسکی کوئی حقیقت نہیں سمجھی گئی۔ اسی لئے آج جب کہ سیاست کو دھرم سے بالکل الگ ٹھکانا جارا ہے یہ غلط فہمی پیدا ہو جانا ضروری ہے۔ کہ راجاؤں ایک بالکل دھرم گر تھ ہے۔ رام کا اوتار دھرم کی تھا پنا کے لئے ہوا تھا۔ سیاسیات سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔ اور بلکہ انکی زندگی میں سیاسیات کو کوئی دخل نہ تھا۔ یا اس زمانے میں سیاسیات کو کوئی کمال حاصل نہ تھا۔ اور یہ کہ لوگ سیاست سے بے بہرہ سے تھے۔ علاوہ اسکے چونکہ دھرم کے پردھان لکشن ستیہ، اہنسا اور نیائے مانے گئے ہیں۔ اور پراچین راج نیتی یعنی کشا تر دھرم بھی انہی بنیادوں پر قائم کیا گیا تھا۔ اور راج نیتی یعنی سیاست کو ستیہ، اہنسا اور نیائے سے کوئی سروکار نہیں۔ اسلئے بھی آج کے سیاست دان کے نزدیک رام کی دھرم ستھا پنا ہی میں صرف ہوئی تھی، بلند سیاست کی بات مضمحل نہیں ہے لیکن ہماری رائے میں ایسا سمجھنا ایک پرلے درجہ کی جہالت اور حقیقت سے چشم پوشی ہے۔ درحقیقت رام راجیہ کی سمجھنا بلند ترین سیاست کا ایک ایسا زبردست معرکہ تھا کہ جسکی مثال نہیں ملتی اور رام چندر کے دشوا متر کے یگی کی رکشا کرنا، بن باس اور رام اور ستیہ کا بیاہ وغیرہ واقعات میں سیاست کا وہ کمال پایا جاتا ہے کہ اسکے سامنے آج کی اتنی بڑی ترقی یافتہ سیاست بھی نظر آتی ہے۔ واقعات سے ظاہر ہے کہ آج کی سیاست جسے دھرم (ستیہ، اہنسا، اور نیائے) سے کوئی سروکار نہیں۔ دنیا میں امن قائم کرنے کیلئے اس وقت تک بری طرح ناکام رہی ہے۔ اور اگر سیاست کی یہ روش رہی تو ہم ڈنکے کی چوٹ سے پیشنگونی کرتے ہیں۔ کہ آئندہ بھی یہ سیاست امن قائم کرنے میں خطرناک طور پر ناکام رہے گی اور یقینی طور پر عالمگیر تباہی کا موجب ہوگی۔ جہاں تک کہ یہ سیاست انسانی نسل کے لئے زہر قاتل بن کے رہیگی لیکن اسکے برعکس رام کی سیاست نہایت پر آشوب دور۔ لوٹ کھسوٹ، قتل و غارت کے قیامت خیز دور میں شانتی، امن و راحت کا ایک ایسا زبردست سامراجیہ قائم کرنے میں کامیاب رہی کہ اس زمانہ کو آج سنہری زمانہ GOLDEN AGE کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ رام چندر کا قائم کیا ہوا امن صدیوں تک قائم رہا۔

**رام راجیہ** کھگوان رام یا ہندو شاہنشاہوں کی راج نیتی (سیاست) کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے رام راجیہ کا مفہوم سمجھ لینا بہت ضروری ہے۔ رام راجیہ پراچین ہندو سیاست کی صحیح تصویر یا معنی و مفہوم پیش کرتا ہے۔ رام راجیہ کے متعلق اکثر لوگ بے حد غلط فہمی کا شکار ہیں۔ کچھ لوگ جو کمپوزم کے سے خیالات رکھتے ہیں۔ رام راجیہ کو ایک ایسی سلطنت سمجھتے ہیں جسکی باگ ڈور مطلق العنان بادشاہ رام کے ہاتھ میں تھی۔ جو رعایا کے سامنے جواب دہ نہیں تھا۔ رام راجیہ کل کے تمام سیاسی ازموں یا فتنوں۔ شہنشاہیت، امپیرلزم، ڈیموکریسی (پرجا تانترا) سوشلزم، کمپوزم وغیرہ سب سے بلند اور بالاتر تھا۔ آپ ہمیں گے کہ پھر رام راجیہ کیا تھا؟ رام راجیہ ایک شہنشاہیت تھا۔ جس میں ایسے راجا یا شہنشاہی کو برسر اقتدار آنے کا موقع مل سکتا تھا جو کہ پیکر کے لحاظ سے اپنے آپ کو بلند ثابت کرنا تاکہ رعایا اسے ایک دیوتا یا فرشتہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتی تھی۔ وہ ایک ایسی کامیابی ڈیموکریسی تھا کہ جو آج کی ڈیموکریسی کے ایسے تمام نقص سے بالاتر تھا۔ جو روپیہ یا دیگر قسم کے لوہے لالچ یا پارٹی بازی



کے جذبہ سے ووٹ خریدنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اس طرح سے عموماً سرمایہ پرستوں کو اقتدار لا حاصل رہتا ہے۔  
غریبوں کی رائے اور خواہش ذہنی کی ذہنی رہ جاتی ہے۔

رام راجہ ایک بے مثال سوشلزم اور کمیونزم تھا۔ کہ جس میں وہ یہ کہ کوئی جھگڑا نہیں پیدا ہو پاتا تھا۔ جس میں سرمایہ دار اور مزدور کے سنگم کش کا امکان نہ رہتا تھا۔ سب کی ضروریات خوش اسلوبی سے پوری ہوتی تھیں اور کوئی طبقہ یا عنصر دور کسان اپنے فرائض سے پہلو ہتی نہیں کرتا تھا۔ بلکہ اپنے اپنے کام میں خوشی، راحت اور قلبی تسکین پاتا تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رام راجہ میں ایسا جادو کہاں سے آگیا تھا۔

ہماری رائے میں رام راجہ کو رام راجہ شخص اس لئے نہیں کہا جاتا۔ یا کہا جانا چاہئے۔ کہ اس راجہ کے ستھاپت کرنے والے شری رام چند تھے۔ کیونکہ رام راجہ ایسا طرز حکمرانی نہ تھا جس کا مختار کل اور مالک کوئی واحد شخص تھا۔ اور جس میں راجہ کو من مانی کرنے کا پورا اختیار تھا۔ رام کے معنی ہیں سب جگہ اور سب میں رہا ہوا۔ ذرہ ذرہ میں سما ہوا۔ رام راجہ کے معنی ہیں اس کا راجہ یا حکومت جو سب جگہ رہا ہوا اور سمایا ہوا ہے۔ رام راجہ کے معنی اس سرودیا پی جتن شکتی کا راجہ ہے۔ جو ہر پاشیر اور سندر ہے۔ نیکی اور سچائی کی ست چت اور سندر ہے۔ اسی ایک ستیہ کو کوئی ایشور، کوئی برہم اور کتھما یا روح کہتا ہے۔ اور رام راجہ کسی فرد واحد کسی سیاسی پارٹی یا کسی سیاسی ازم کا راجہ نہیں تھا بلکہ ایشوری راجہ یا اتم کا راجہ تھا۔ جو امیر غریب چھوٹے بڑے، انسان، حیوان، غرضیکہ کائنات کے ذرہ ذرہ میں ایک رنگ، ایک رس، اور یکسانیت کے ساتھ سرودیا پاک ہے۔ رام راجہ ایک ایسا راجہ (طرز حکمرانی) تھا جس میں کسی ایک فرد، کسی ایک یا بہت سی پارٹیوں کی خود غرضی، سوارتھ یا مطلب پرستی کو دھن نہیں تھا۔ بلکہ ایک وشو بھوتا۔ ایک عالمگیر وحدت کا جذبہ، لازوال حقیقت اور سرودیا پی اتم کا اٹل بردھان یعنی قانون کا رفرما تھا۔ آپ حیران ہونگے۔ کہ ہم سیاست کی باتیں کرتے کرتے ویدانت کی باتیں کرنے لگے ہیں جس کا سیاست سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ آپ کی حیرت بجا نہیں لیکن ہم آپ کو پھر یاد دلانے ہیں۔ کہ ہم ایک ایسی سچی اور حقیقی سیاست راج دھرم اور رام راجہ کی وضاحت کر رہے ہیں جو صحیح معنوں میں سارے وشو میں امن، راحت، محبت اور شنتی کی وضاحت پیدا کر سکتا ہے جو تمام طرح کے جھگڑوں سے تنش سماج کو پاک کرنے کا مجموعہ رکھتا ہے۔

اسی رام راجہ کی ستھاپنا کے لئے شری راجندر نے دنیا بھر کی مصیبتیں اپنے اوپر چھلیں۔ ایسے ہی راجہ کی ستھاپنا کے معنی دھرم کی ستھاپنا تھا۔ جو رام کی زندگی کا واحد مقصد تھا۔ اسی مقصد کی تکمیل کی بدولت ہی آج رام جھگوان کے سنگھاسن پر برہما جانا میں رام راجہ کی اہمیت کے سمجھنے کیلئے یہ ضروری ہے۔ کہ اس وقت کے حالات پر کچھ غور کیا جائے۔ چنانچہ شیش نظر دھرم کی ستھاپنا کی ضرورت پڑی۔ ان دنوں بھارت میں تین بڑے دست و چار دھاراؤں میں سنگم کش ماری تھا جس پر نہ صرف اس وقت کے بھارت کی قسمت کا مسئلہ وابستہ تھا۔ بلکہ اس وقت کی اور انے دانی انسانی نسل کی اخلاقی تعمیر اور حقیقی امن و شنتی کی بنیادیں قائم کرنے کا سوال تھا۔ ان میں سے ایک وچار دھار کے علمبردار اس زمانے کے وششٹ وشواتر وغیرہ شری اور جنک سے راجا تھے۔ اور اس وچار دھار کی حفاظت کا شہر اٹھانے والے شری رام تھے۔ دوسری وچار دھار کا علمبردار تھا لاؤن (رومینڈ ناٹھ ٹھاکر (ٹیگور) کے خیالات سے بھی تائید ہوتی ہے۔ وہ فرما گئے ہیں۔ کہ رام اور لاؤن کی لڑائی دشمنو سمپرائے۔ دو مختلف وچار دھاروں کے درمیان کشاکش تھی۔ ہم اس نکتہ



خیال کی پیروی کرنا چاہتے ہیں مگر ہم ان دو مختلف وچارہ داروں کو ویشنومت اور شِوومت کا نام دینے کے بجائے روحانیت، اتم واد اور انا تم واد کے نام سے یاد کرنا چاہتے ہیں۔ ان دونوں وچارہ داروں میں ایک زبردست بنیادی اختلاف ہے۔ روحانیت، اتم واد، ویدانت اس حقیقت کی علمبردار ہے کہ موجودات عالم و شوشتری میں جو کچھ بھی ہے اتم ہی اتم ہے۔ اتم کے ہوا کسی دوسری چیز کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اتم یا پرما تھا ہی واحد ایک ستا ہے جس سے پرشٹی پیدا اور جس میں فنا ہوتی ہے ہر رنگ میں اس سرودیائی ستا کا جلوہ ہے۔ نہیں نہیں ہمہ جا خود ہی ذات واحد جلوہ گر ہے۔ شکل و صورت، رنگ و روپ جنس اور غیر یہ ظاہری بھید اختلافات محض نظر کا دھوکہ ہے۔ اکیان کا کرشمہ ہے۔ مایا کا پرئج ہے۔ درحقیقت کہیں بھی اختلاف، کہیں بھی مغائرت نہیں کہیں بھی دوئی نہیں۔ ہر جگہ وحدت، یگانگت اور ایکتو اسخوش کشا ہے۔ سچا اتم وادی ویدانتی اور روحانیت کا دل دادہ دنیا کی ہر شے ہر مخلوق میں اپنی ہی ذات یعنی اتم کا جلوہ دیکھتا ہے۔ اپنے آپ سے جدا کسی کو نہیں مانتا۔ سلسلے اسکو دنیا کی کسی بھی شے کسی بھی خوفناک سے خوفناک خو خوار جانور سے بچے نہیں ہوتا۔ کیونکہ انہیں وہ اپنا ہی روپ یا اتم روپ ہی سمجھتا ہے۔ خوف لڑائی، جھگڑا بچے اور دشمنی کا احساس تو تب ہو جب اپنی ذات یا اتم کے برود دنیا میں دوسری کسی ہستی کا کہیں وجود قیام کیا جائے۔ یہ نظر سنسار کو سراپا سکھ، شامی، امن و محبت اور بے خوفی کی لازوال نعمتیں بخشتا ہے۔ اس جہان میں اس عظیم النظیر عقیدے کے محافظ بھگوان رام تھے۔ اسی عقیدے، اسی اتم واد اور محبت کا سامراجیہ سمجھتا پت کرنا چاہتے تھے اور اس پر م پور اتم نادیا بہر ممتز کی جب انہوں نے سختی اپنا کر دی تو اس کا نام رامراجیہ ہوا۔

اس کے برعکس۔ مادہ پرستی مادی سائنس ہی کا دوسرا نام ہے۔ جس کا آج سنسار بھر میں بول بالا ہے۔ مادہ پرستی، مادی سائنس یا انا تم واد کے نزدیک اتم تھا کوئی چیز نہیں۔ مادہ پرستی، یا مادی سائنس پر ممتنا زیادہ کسی کا ایمان ہے۔ اتنی ہی زیادہ خودی انانیت، اہنگار اور غور اس میں ہوتا ہے۔ وہ اپنی ہستی کو دنیا کی دوسری ہستیوں اور بدھتھوں سے جدا مان کر انکو اپنے قبضے میں لانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اپنے سے بھاری بھر کم، اپنے سے طاقت ور سے خوف کھاتا ہے۔ اور ان سے بچنے کے لئے ان کو ختم کرنے کے مواقع ڈھونڈتا اور ہر طریقے سوچتا رہتا ہے۔ وہ اس جیون کو بیکہ نہیں سمجھتا بلکہ زندہ رہنے کی لڑائی، تنازعہ مانتا ہے۔ وہ کہتا ہے سنسار میں یہ ایک ناقابل انکار سچائی ہے کہ بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھاتی ہے۔ طاقتور کمزور کو دباتا ہے۔ اور دبانے ہی چاہئے کیونکہ زندہ رہنے کیلئے یہ جائز ہے سب کے لئے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں۔ بڑا اپنے سے چھوٹے جانوروں کو اور وہ چھوٹے جانور اپنے سے چھوٹے جانوروں کو کھا جاتے ہیں، مادہ پرست یا مادی سائنس کے ماننے والا سدا اسی قسم کے اندیشوں اور خوفوں میں مبتلا رہتا ہے۔ جوں جوں وہ سائنس اور مادہ پرستی میں ترقی کرتا جاتا ہے۔ اس کے خوف دن و گئے اور رات جو گئے بڑھتے جاتے ہیں ساری دنیا اسے دشمن نظر آتی ہے۔ وہ اپنے سایہ سے گھبراتا اور خوف کھاتا ہے دنیا میں اسے اپنا کوئی نظر نہیں آتا۔ قدم قدم پر اس کے لئے مصائب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ محض کہنے ہی کی بات نہیں بلکہ ایک ممکنہ ہوتی حقیقت ہے ہاتھ لگن کو اسی کیا۔ اچھل کی مادہ پرست سائنس کی دلدادہ دنیا ہی کی حالت کیوں نہیں دیکھ لیتے۔ یہ سب باتیں تو اپنی آنکھوں کے سامنے ہو رہی ہیں۔ آج کوئی بھی دیش کوئی بھی قوم ایک دوسرے پر شواش نہیں کرتی سائنس نے جتنی ترقی کی ہے۔ اتنے ہی اندیشے اور خوف انسان کے دامن گیر ہو گئے ہیں تیر سے بچنے کے لئے کبھی انسان نے بندوبست کیا دلی ہوگی اور بندوبست سے بچنے کیلئے توپ وغیرہ مگر



آج کی سائنس نے ہلاکت کے زبردست سے زبردست ہتھیار بنا دیئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے ملک جہاں کی سلامتی کے لئے اوپر سے شانتی شانتی کا غلغلہ اٹھاتے ہیں اور اندر ہی اندر ایک دوسرے کے خوف کے مارے حملے کی تیاریاں اور ہتھیاروں کے بنانے میں مصروف ہیں۔ اس وقت سائنس کے عروج و کمال کا عطیہ ایٹم بم ہے جس نے جاپان کو دم زدن میں ٹھکانے لگا دیا۔ اور دنیا بھر میں خوف کا زلزلہ ڈال دیا۔ سنسار آج ایٹم بم کے خوف کے مارے سر جاتا ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ خوفناک ہتھیار ایجاد کرنے کی دھن میں پاگل ہو جاتا ہے۔ کوئی ملک کوئی قوم اپنے آپ کو خطرے سے غالی نہیں سمجھتی۔ دریاؤں پر جنگ خوفناک جنگ، قیامت خیز جنگ، کاجھوت سوار دنیا برباد ہو جائے گی۔ انسانی نسل کا نام و نشان مٹ جائیگا۔ یہ سب اندیشے آج انسان کو پریشان کئے دیتے ہیں۔

یہ ہے ایک ادنیٰ سا کرشمہ مادہ پرستی کا اس مادی سائنس کی ترقی کا۔ اس انانم واد کا جھکا زبردست علمبردار تھا۔ راؤن لنکا پتی اسکی چتر چھپایا میں مادی سائنس کو عروج و کمال حاصل تھا۔ اور سائنس کے اس کمال نے راؤن کو غور و فکر کے آسمانوں پر چڑھا رکھا تھا۔ وہ ایشیور پر مامتا یا آتما کی ہستی کو کیوں ماننے لگا تھا سائنس کے ذریعے اس نے جہل گئی، وادیو وغیرہ سب دیوتاؤں کو مٹھتی سی کر رکھا تھا۔ یعنی وہ قدرت کے ان بے بیاں طاقت کے حامل عناصر سے سائنس کے زور پر ملازموں کے سہ کام لے رہا تھا میں دیوتا اس کے لئے بھی پیدا کر کے اسے پیکھا کرتا تھا۔ رسوئی میں کھانا پکاتا اور نہ جانے کیا کیا کام کرتا تھا۔ گنی دیوتا اسکے لئے اسٹیم تیار کر کے نہ جانے کتنے کارخانے، اور سمندر میں سیٹر چلانے کی خدمات سر انجام دیتا تھا۔ راؤن کا پیشک دمان تو ایات رحیمی سمندر ایجاد ہے کوئی بھی شخص اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ پیشک دمان ایک ہوائی جہاز تھا۔ آج کے ترقی یافتہ ہوائی جہازوں پر بھی بڑی مصلحتی کچھ عالموں کا خیال ہے کہ پیشک دمان کی خاص خوبی یہ تھی کہ وہ کلپنا یا تو ت ارادہ کی لہروں سے چلنے لگتا تھا۔ اس میں بیٹھنے والا جس طرف جانے کا ارادہ رکھتا تھا پیشک دمان خود بخود اسی سمت میں روانہ ہو جاتا تھا۔ اسمیں لاکھوں شخص اس بیٹھ جانے پر بھی ایک سیٹ ہمیشہ خالی رہتی۔ لڑائی کے دوران میں راؤن اور اس کے شاہ زور بیٹے میگل ناؤ کا آسمان میں اڑ جانا۔ آسمان سے آگ برسانا اور دیگر کئی آفتیں نازل کر دینا کیا راؤن کے سائنس کے عروج و کمال کا ثبوت جیتا نہیں کرتا؟ سائنس کی اسی غیر معمولی طاقت کے زعم میں ہی راؤن سمجھتا تھا کہ دنیا کی ہر اسی کے بھوک کے لئے بنی ہے چنانچہ وہ ہر طرح کے بھوک بھوگنے کے لئے دنیا بھر کی چیزوں پر قبضہ کر لینے میں کوشاں رہتا تھا۔ قتل و غارت اور مار دھاڑ سے اسے ہرگز گریز نہ تھا۔ جس طرح آج سائنس میں ترقی یافتہ ملکوں کی بھوک نہیں مٹتی۔ اور وہ اپنے آرام و سائنس کے لئے بھی اچھی مندلیوں پر قبضہ کرنے کی خاطر لڑائیاں لڑتے ہیں۔ اسی طرح راؤن نے بھی دنیا بھر کی دولت سمیٹ رکھی تھی۔ اس کی لنکا سونے کی لنکا کہلاتی تھی۔ کبیر جو سب سے بڑا امیر کبیر دیونا گنا جاتا ہے اسکی سمیٹ پر راؤن نے قبضہ کر رکھا تھا۔ اس کی دست برو سے سب نالاں تھے۔ اسے موت کا بھی کھٹکانہ تھا۔ اس کو سائنس کا کمال لازوال زندگی کا یقین دلاتا تھا۔ اس لئے وہ بے خوف من مانیوں کرتا تھا۔

راؤن سنسار میں ایسا فیسی ازم۔ ڈکٹر شپ قائم کرنا چاہتا تھا جسکی پشت پر انانم واد یعنی مادی سائنس کی ہلاکت آفریں اور قیامت برپا کرنے والی طاقت تھی۔



## وشو امتر کے یگیہ کی سیاسی اہمیت

راون نے اپنی مادی سائنس کی طاقت کا زخم لے کر ہندوستان پر بھی چھانے کا ارادہ کر لیا۔ دکن بھارت میں اس نے قدم جمانے شروع کر دیے۔ ہر طرف اس کی فوج اور جاسوسوں کا جال بچھ گیا۔ انہیں دنوں آتم داد کے حامی برہمن لوگ اپنے رشی نگوں کے برہمن پادریوں کو لے کر دکن بھارت میں جنگوں کو کاٹ کاٹ کر زراعت کو فروغ دینے اور نئی بستیوں بنانے میں مصروف تھے۔ اور ان بستیوں میں وہ آتم داد کا بھنڈا لہرا رہا تھا۔ راون کو یہ کرب گوارا تھا۔ اسکے جاسوسوں اور سپاہ نے رشیوں کی اس جہم میں رکاوٹ پیدا کرنا شروع کر دی اور جس سے پہلے ان دو چار دھاراؤں کی مسلح فوج وشو امتر کے یگیہ کے سلسلے میں ہوتی۔

عام لوگ اور پڑوسی بھابھی وشو امتر کے یگیہ کو محض ایک دھارمک رسم ہی سے تعبیر کرتے ہیں جس سے سیاست کو جو کابھی تعلق نہیں دیکھ کر نابالین ہماری رائے اس سے مختلف ہے۔ کیونکہ اگر جہرشی وشو امتر کے یگیہ کی اہمیت اور مقصد ایک بڑی ویدی بنا کر ہون کنڈ کے اندر چندین لکڑیاں ڈال کر اس میں بہت سے گھی اور سامگری کو سواہ کر دینا ہی ہوتا تو یقیناً اس سے راون جیسے لاشافی سیاست داں اور طاقتور حکمران کے خوف زدہ یا جھٹلا اٹھنے کی کوئی وجہ نہ ہوتی۔ کیونکہ اس رسم کی معمولی دھارمک رسم سے راون کا کچھ بگڑنے کا نہیں تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ وشو امتر جو کہ آتم داد کا زبردست حامی تھا۔ دکن بھارت میں نئی بستیوں بنانے اور وہاں آریہ بھتیجا سنسکرتی اور آتم داد یا رام راہجیہ کی ستمنا پناہ کی کوشش کر رہا تھا۔ جس علاقے میں انہیں بستیوں بنانا ہوتا تھا وہاں یہ شجھ کا ریزہ دیکھ رہی تھی کہ آریہ یگیہ سے شروع ہوتا تھا۔ راون اس حقیقت کو سمجھتا تھا۔ اسلئے اسکے جاسوس اور سپاہی وشو امتر کے یگیہ کو یعنی بستیوں قائم کرنے کی جہم کو پہلے پہلے ناکام بنا دیتے تھے۔ آخر وشو امتر نے اپنے اس یگیہ کی کامیابی کیلئے شری رام اور لکشمی کو چنا۔ کیوں؟ اس لئے کہ جہرشی وشنٹ۔ یوگ وشنٹ کے مصنف نے اس مقصد کے لئے رام چند کو برہمن دویا کی تعلیم دے کر پوری طرح تیار کر رکھا تھا۔ جہرشی وشنٹ نے رام چند کے اندر آتم داد کی سپرٹ اس درجہ تک بھری تھی کہ رام چند مرزا آتم داد یا برہمن دویا بن چکے تھے۔ وہ صحیح معنوں میں استما کے راجہ یا برہمن کی ستمنا پناہ کے قابل تھے۔ اسکے ساتھ ساتھ انہیں فنون جنگ میں ملایا کر دیا تھا۔ اور یہی سہی کہ وشو امتر نے انکا دل لھتی۔ یعنی جب وہ رام اور لکشمی کو ایڑھیا سے لائے تو انہوں نے رام کو تنگ کے اور بھی کر تہہ پہنچائے۔ خیر رام اور لکشمی نے وشو امتر کے یگیہ کو کامیاب کیا۔ رکاوٹ ڈالنے والے راکشسوں (راون کی سپاہ) کو تو خیر نیراواہی کے بعد وہاں سے بھاگ دیا۔ وشو امتر نے اس فتح سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رام سے جنگ (جو اسی آتم داد کے زبردست حامی تھے) کی لڑکی سیتا کا بیاہ کر دیا۔ اسی طرح انہوں نے راون کے تباہ کن سیلاب کو روکنے کیلئے آتم داد کی حامی زبردست طاقتوں کا باہم ملاپ کر دیا اور ایڑھیا سے لے کر بہار تک کے پیچ کے علاقے کو راون کی دست برو سے بھاگ کر یونوں سلطنتوں کے درمیان آمدورفت اور لسل اور رسائل کا راستہ بھی بسے خطرناک بنا دیا۔ کیا وشو امتر کے ایسا پر رام کا یہ معرکہ وجود کسی سیاسی معرکہ سے کم ہے؟ راون وشو امتر کی اس سیاسی چال سے واقف تھا۔ اور اس نے سیتا کے رام سے بیاہ جانے میں بھی روکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی مگر وہ ناکام رہا۔



## رام اور راون یدھ

رام کو بن باس مہلا۔ راون کی پانچوں لگی میں سر کر رہے ہیں ہو گیا۔ اس نے سمجھا کہ جس بڑی طاقت والا رام سے شاہ زور کا اس کو خطرہ تھا وہ ٹل گیا۔ رام راجا سے رنک ہو گئے۔ اسکی قسمت پلٹ گئی۔ اس خیال میں راون رام سے غافل ہو گیا۔ ایدھیا سے بھی کوئی خطرہ نظر نہیں آتا تھا۔ قدرتی طور پر اسکی جنگی تیاریوں میں شغف تھا۔ یہی غفلت اسکی شکست کا باعث ہوئی۔ وہ آخری دم تک رام کی طاقت کا صحیح موازنہ نہ کر سکا۔ وہ رام کو بے سرو سامان بن باسی ہی سمجھتا رہا۔ رام نے اس کے خلاف اتنی زبردست طاقت بنائی ہے۔ یہ اس کے خواب میں نہا سکا لیکن رام بن باس میں بھی غافل نہیں رہے۔ ہنومان ایک بڑا بہادر جاسوس انہوں نے اپنے بن باس سے بھی پہلے ایدھ بھج کر رکھا تھا۔ رام ان کے ایک ایک شہد سے ہنومان کی سواچی بھکتی، غیر معمولی بہادری اور حیرت انگیز جاسوسی کے کارناموں کی تعریف و توصیف ظاہر ہوتی ہے۔ ہنومان سمندر میں کود پھرتا تھا۔ پہاڑوں کو لے اڑتا اور راون سے سیاست دان اور شاہ زور بادشاہ کے کڑے پہروں میں سے اس کے جاسوسوں کی آنکھوں میں دھول ڈال کر اس کی لٹکا اور خفیہ سے خفیہ جگہوں میں گھس جاتا۔ اہم کاش، پاتال کی خبر لے آتا۔ اس قدر زبردست شخص رام کے بن باس سے پہلے ہی انکے لئے راون کے خلاف فوج سنگٹھت کرتا رہا تھا۔ لیکن راون کو اس کی خبر نہ ہو سکی راون کو بھی پتہ چلا جب رام نے پوری تیاری کے ساتھ تیغ و تی (راون کی لٹکا کے سر پر) میں راون کے خلاف مورچہ لگا دیا۔ اسکی بہن کی ناک کٹ ہی گئی۔ راون سمجھتا تھا کہ سونہلی ماں کے ہاتھوں شنائے ہوئے گھر بھج کر گئے کی بنا پر گھر سے نکالے گئے۔ رام جس جگہ گلوں کی ٹھوکریں ہی کھا کر رہ جاتیں گے۔ کون انکی مدد کرنے والا ہوگا۔ خیر اخیر میں راون سے جب ٹھٹھ گئی تو راون کو شکست فاش ہوئی۔ جانتے ہو کیوں؟ اس لئے کہ وہ مادی سائنس کا بندہ تھا۔ ایک آتما کی ہستی کا قائل نہ تھا۔ وہ ہر شے کو اپنے سے جدا سمجھتا تھا۔ اس لئے جوں جوں مصیبت بڑھتی گئی راون کے اپنے بھی دشمن ہو گئے۔ یادوں سے اس کے کاموں کی حمایت نہ کر سکے۔ اور دھرم رام سارے دشمنوں کے اپنے آتما کا جلوہ دیکھتے تھے۔ دنیا کی ہر شے ان کی اپنی ہی تھی۔ نہیں نہیں ان کا اپنا آپ ہی تھی۔ اس لئے جوں جوں یہ جذبہ ان کے اندر دھڑکنا لگا اور انکی عملی زندگی میں ڈھلتا گیا۔ قدرت کی تمام طاقتیں ان کے ساتھ جمع ہو گئیں۔ نہیں نہیں ان کے اندر ہی جمع ہو گئیں۔ کئی بار راون کی بے انتہا سپاہ کو اپنے خلاف چاروں طرف بے انتہا صورتوں میں رام ہی لڑتے نظر آنے لگتے تھے۔

آئیے اس آتم داد لگانے اور محبت کا کرشمہ ایک مثال سے سمجھائیں۔ آپ نے سرکس میں شیر کا تماشہ کئی بار دیکھا ہے، چھوٹے شیر سے شیر کا تماشہ دکھانے کے لئے شیر کو بڑے شیر سے میں ڈالا جاتا ہے۔ اور ایک رنگ ماسٹر ہاتھ میں پھانٹ لے کر شیر سے جیسے چاہتا ہے کھیل کر تماشہ شیر کے منہ میں بکری کا سر دے کر کبھی اسے زندہ نکال لیتا ہے۔ گویا شیر اس وقت اسکے بس میں ہوتا ہے تماشے کے میدان میں اس سے پہلے یا پھر۔ رنگ ماسٹر کے ذہن میں یہی نظریہ چھپا رہتا ہے کہ شیر خوشوار جالوز ہے اس سے جدا گانہ حیثیت رکھتا ہے۔ اور انسان کا جانی دشمن ہے۔ لیکن اپنے پھانٹ کے زور سے وہ اس سے جو چاہتا ہے، کام لے لیتا ہے۔ ہم یہ تماشہ دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں۔ تاہم کئی بار مشاہدہ اور دیکھا گیا ہے کہ موڈ پر پا کر



شیر بزرگ ماسٹر پر پھیل پڑتا ہے۔ اور اسے جان سے مار دیتا ہے۔ اس کے برعکس اگر کس کو دیکھا نہیں تو بزرگوں سے سنا ضرور ہے۔ اور اکثر گرتھوں میں پڑھا بھی ہے کہ رشیوں مہیبوں یا سادھوؤں ہاتھوں کے ساتھ جو ساری مخلوقات میں اپنی ہی ذات کا جلوہ دیکھتے ہیں کسی کو دکھ نہیں دیتے۔ کسی کو غیر نہیں سمجھتے شیر سے کھیل کرتے ہیں۔ ان کی گٹیاؤں پر شیر اور بکری وغیرہ تمام جانور دشمنی اور بیرہچوڑ کر ایک ساتھ بیٹھے رہتے ہیں۔ کبھی کسی ایسے سادھو ہاتھوں پر کسی خوشنور شیر نے حملہ نہیں کیا۔ اس لئے کہ سادھو شیر کو اپنے سے جدا یا مختلف ہستی نہیں مانتا، اسے خواب میں بھی شیر پر تشدد کرنے کا خیال نہیں گزرتا اور یہ قدرتی قاعدہ ہے کہ کوئی خواہ مخواہ کسی شخص پر اس وقت تک حملہ نہیں کرتا۔ جب تک اسے یہ شک یا یقین نہیں ہو جاتا کہ وہ شخص اس پر حملہ کرنے آ رہا ہے۔ اس لئے شیر بھی ایسے ہاتھوں کی خوشی سے اطاعت قبول کر لیتا ہے۔ اس کے برعکس کس کا بزرگ ماسٹر شیر سے بچے کھاتا اور شیر ہر دم پر سمجھتا ہے کہ دراصل اس کے اشارے پر نہ چلا تو بجلی کے جھانڈے سے مرمت کر ڈالے گا۔ یہ خوف اور اندرونی دشمنی ایک نہ ایک دن رنگ لاتی ہے۔ بالکل یہی حالت مادی سائنس کے پیاری یا مادہ پرست کی ہوتی ہے۔ وہ ایک انتہائی ہستی کو نہ مانتا ہوا دنیا کی تمام مخلوق کو اپنے اور ایک دوسرے سے یکساں الگ الگ مانتا ہے۔ اور اپنی غرض مفاد، یا آرام و سائش کو مقدم رکھتا ہوا دوسروں کے مفاد کو کھلتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دوسری تمام طاقتوں کو اپنے خلاف کر لیتا ہے۔ اس کے برعکس آتم قائم وادی اپنے حسن و اخلاق سے دنیا کی تمام شکستوں کو اپنے ساتھ یا اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ اور ہر معرکہ میں فتح کرتا ہے۔ اسی لئے آتم کی فتح یقینی تھی۔ آج دنیا کی حالت دوسری ہے۔ سائنس سائنس سے برہم ہو رہا ہے۔ مادہ پرستی کے گلے کا ہار چوڑی ہے۔ آتم وادی رو جانیت تو کہیں نظر نہیں آتی یہی وجہ ہے کہ اگر مہلک کی فتح ہوئی تو بھی دنیا مصائب میں مبتلا رہتی۔ اور اگر آج یورپ کی دوسری طاقتوں کی فتح ہوئی ہے تو بھی دنیا مصائب میں مبتلا ہے۔ جب تک اس مادہ پرستی پر رو جانیت فتح نہیں پاتی، دنیا کو امن و چین محبت اور رشتی کی نعمتیں ہرگز ہرگز نہیں مل سکتیں۔ آج دنیا کا مستقبل اندھیرے میں ہے۔ ہر انسان ایک نامعلوم خوف کے احساس سے ہتر ہتر جاتا ہے۔ اگر دنیا چاہتی ہے کہ صحیح امن قائم ہو جائے تو آتم کی سیاست۔ آتم وادی شرن آئے۔ اب بھی وقت ہے۔ ورنہ وہ دن دور نہیں جب مادی سائنس سارے منہ سراج کا ماش کر کے دم لے گی۔۔۔

وحدانیت یعنی ویدانت کی لاجواب لپٹاک گوتم پرکاش (ہندی) مصنفہ شری سوامی گوتم  
۶۴۵ مضبوط جلد میں ملبوس۔ ٹائپ موٹا۔ قیمت صرف ۱۳ روپے علاوہ  
ڈاک خرچ ۱۲ روپیہ۔ رسالہ اوم سے حاصل کریں۔



# پیارا رام

شری ایم۔ بی۔ قدا خلق

ہر رنگ میں جو ہے جلوہ نما

وہ پیارا رام ہمارا ہے

ہاں بجز فکر میں اک دن اس بات پر نہیں تھا غلط فہمی  
یہ کس کے فیض آب سے ہے سرسبز بنا اور ہے روشن  
چلتا ہے نظام عالم جوہ اور دنیا کا جو ہے گلشن  
کہ ہاتھ بے خبری پر یہ خدا ہے ہم و فرست کے دشمن

ہر رنگ میں جو ہے جلوہ نما

وہ پیارا رام ہمارا ہے

مہتاب میں جلوہ ہے اسکا اور تارے میں تنویر اس کی  
ہر پھول میں گل ہے پتے میں ترقی ہے نظیر تصویر اس کی  
سورج میں ہر نور اسکا، مٹی میں ہے تاثیر اس کی  
دھلانا ہے شان شوکت کو اور ان کو چرخ پیر اس کی

ہر رنگ میں جو ہے جلوہ نما

وہ پیارا رام ہمارا ہے

کہہ عیسیٰ ہوا، کہہ موسیٰ ہوا، کہہ طور پہ شعلہ نور ہوا  
تھا جیشیم میں پر تو اس کا، نزد میں اس کا ظہور ہوا  
بھی تو ام ہوا، کبھی کرشن بنا، پر ملا میں اس کا ظہور ہوا  
پانا ہے سے ہر رنگ میں وہ جو بندہ عقل و شعور ہوا

ہر رنگ میں جو ہے جلوہ نما

وہ پیارا رام ہمارا ہے

خود کرشن ہوا، خود ارجن تھا خود غنہ خود سامع ہے  
بنت ہے کبھی شاہوں کا شاہ، کہہ گئے نقشہ قانع ہے  
وہ خود اوراق پریشاں ہو، اور خود ہی انکا جامع ہے  
کیا شان ہے تیری رام میرے بحر میں کا تو خود صانع ہے

ہر رنگ میں جو ہے جلوہ نما

وہ پیارا رام ہمارا ہے

خود گلشن ہے خود مہالی ہے، خود نخل ہوا، خود دالی ہے  
کہہ خادم ہے، مخدوم بھی ہر رنگ وہ خود دالی ہے  
اور پھول کا وہ خود جوین ہے، جان سمیں نے ڈالی ہے  
اے خلیق تو نہ نکھیں کھول ذرا یہ حقیقت دیکھنے والی ہے

ہر رنگ میں جو ہے جلوہ نما

وہ پیارا رام ہمارا ہے



# ایشا واسیہ انیشد

( مترجم شری جیونت رام جی )

ہم نے عرض کیا تھا کہ منزل پر روانہ ہونے سے پہلے چار باتوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اول سیکھنا، توفیق حاصل کرنا۔ اور آگے کیلئے کچھ کرنے کا فیصلہ کرنا۔ دوم عمل کرنا۔ سوئم عمل کا جائزہ لینا۔ اور آگے کا فیصلہ کرنا۔ چہارم منزل کی طرف بڑھ جانا۔ یہ چار بنیادی لوازم ہیں ہر انسان کے لئے چاہے وہ کسی مذہب سے قوم سے یا مقام سے تعلق رکھتا ہے۔ مذہب نسل یا مقام سے تعلق رکھتے ہوئے کچھ انسانوں کے کھان ہیں۔ رہن سہن یا پڑاؤ الگ الگ ہو سکتے ہیں۔ شادی بیاہ کے رواج یا بندگی پوجا کے دستور الگ الگ ہو سکتے ہیں۔ لیکن کوئی کچھ کھائے پئے یا پہنے یا کیسے رہے۔ سبھی کچھ نہ کچھ کھانی کر یا پہن کر کسی نہ کسی طرح جیتے ہیں کسی نہ کسی طرح سب شادی کرتے ہیں کسی نہ کسی طرح سب اپنی اپنی زندگی پوجا کرتے ہیں۔ یہی ایک سوال ہے جو اس سوال پر غور کرنے کے بعد اسکی اہمیت کو سمجھ لینے کے بعد منزل کے راستے پر قدم رکھتے ہیں۔ وہ مسافت طے کرتے ہوئے ایک پڑاؤ سے دوسرے پڑاؤ پر آ جاتے ہیں۔ مگر جو اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ چلتے وہ بھی رہتے ہیں۔ مگر کوٹھو کے میل کی طرح جو سویرے سے شام تک چلتا رہتا ہے۔ مگر رہتا وہاں پر ہی ہے جہاں سے نکلا تھا۔

اول چلنا ہے ٹھیک راہ پر۔ دوم چلنا ہے بے راہ ہونا۔ مان لیجئے پہلے پڑاؤ تک ہم نے کچھ سیکھ لیا۔ نو دوسری بنیادی ضرورت ہے عمل کیا گیا۔

آزادی ہمارا پیدا کنشی حق ہے۔ ہر فعل میں یہی آزادی ہے۔ ہمیں بلندی پر جانے کی آزادی ہے اور گرنے کی بھی۔ اوپر اٹھنا سبھی چاہتے ہیں۔ لیکن آزادی ہونے پر بھی گرنے کے لئے کون تیار ہوتا ہے؟ ہم گرنے نہیں چاہتے کیوں؟ ہاتھ پر ٹوٹ جاتے ہیں۔ شاید یہ زندگی کا تاریخی ٹوٹ جائے مطلب یہ ہم کچھ حاصل ضرور کرنا چاہتے ہیں مگر کھونا کچھ نہیں چاہتے۔

کچھ کرنے سے کچھ کام آنے سے ہی کسی چیز کا نام ہوتا ہے۔ کچھ کرنے سے ہی بلندی و ناموری ملتی ہے۔ سوئے رہنے سے نہیں۔ سورج سے کرنیں ملتی ہیں۔ روشنی ملتی ہے۔ تھی تو وہ سورج ہے۔ اس سے دھوپ ہے۔ تیش ہے۔ تھی تو اس کا نام آفتاب عالم تاب ہے۔ ٹھنڈی چاندنی پھیلنے سے ہی چاند چاند کہا جاتا ہے۔ تعلیم ملنے سے ہی تو شاگرد استاد کو استاد کہہ کر پکارتے ہیں۔

عمل کی کسوٹی پر صرف کہہ دینے سے کام نہیں چلتا۔ عمل کی آگ میں تپ کر چوٹ کر چوٹ کھا کر گلے گلے کر۔ کچھ کام اگر ایسے کام اگر جس سے دوسروں کو فیض پہنچے۔ کچھ حاصل ہوتا ہے۔ یہ ہے امتحان۔ جو اس میں کامیاب ہو گئے وہ چلے ہیں راہ پر۔ جو رہ گئے وہ رہ گئے مگر۔



ہر چھوٹی بات میں ایک بڑی بات پنہاں ہوتی ہے۔ ایک مثال عرض ہے میں سڑک کے کنارے گر گیا۔ ٹانگ ٹوٹ گئی۔ پڑا تھا لاورٹ، درد سے کراہ رہا تھا۔ آپ آگئے۔ آپ کو انسانیت نے اندر سے بیکار کر دیا۔ چلو مدد کرو غریب کی۔ آپ اٹھا کر مجھے ہسپتال لے گئے۔ میرا علاج ہونے لگا۔ تعلق نہ ہونے پر جلد ہی ہمدردی کے زیر اثر آپ مجھے دیکھنے آئے میری دل چاہی کرتے ہیں اچھا ہو گیا۔ آپ کو بھی خوشی ہوئی۔ آپ کی محنت ٹھکانے لگی۔ لیکن میں گراہ تھا تبھی تو پہلے ٹانگ ٹوٹی تھی۔ ٹانگ ٹھیک ہو گئی۔ مگر دل تو وہی پانی رہا۔ سوچا اب کیا کروں۔ آپ کی جیب میں سونے کی گھڑی دیکھی وہی چولی۔ آپ نے پکڑ لیا۔ کہا کرتی تھیں۔ احسان فراموش کیا اس لئے میں نے تمھاری سیبوا کی تھی۔ مگر افسوس میں وہی آئیے انسانیت کی گود میں، انسان کے روپ میں آنے والی استاذیہ چھوٹی سی مثال ہمیں کیا کہہ رہی ہے۔ کیا ہماری اپنی حالت یہ نہیں ہے۔ ہمیں ماں نے کیا نہیں دیا۔ باپ نے کیا نہیں دیا۔ استاد نے کیا نہیں دیا۔ اور ان سب کے خزانہ ایشور نے کیا نہیں دیا۔ لیکن کیا کیا ہے ہم نے بدلے میں یہیں دلش اور اپنی قومیت سے کچھ ورثہ میں بلا ہم نے اسے کیسے استعمال کیا۔

کیا کیا ہم نے ماں باپ استاد اور ایشور کیسے۔ اور مسکلی مخلوق کے لئے۔ اپنے فرائض کو کس طرح نبھایا۔ اپنے اعمال ہمارے لئے آئینہ ہیں۔ اپنے آئینہ میں اپنی صورت دیکھ کر اپنا جائزہ لیں۔ ہمیں اپنی راہ نظر رکھانے کی اگر ہم عمل نہ کریں اپنا کرم نہ کریں۔ فرض پورا نہ کریں۔ جو کچھ کیا وہ ٹھیک یا غلط اس کا جائزہ نہ لیں۔ اس پر دھار نہ کریں تو ہمیں لازمی بھٹکانا ہے۔ ہمیں منزل نہیں ملے گی۔ یہی ہمارا بے راہ ہونا ہے۔ برہمچریہ کی پہلی منزل میں کچھ سوچو بوجھ آجائے پر ہندو دھرم میں یگیو پویت کی رسم ڈالی گئی۔ یہ تھاتین فرائض کا علم جن سے ہونے والے نوجوان کو روشناس کرانا تھا۔

- 1- والدین کا فرض۔
  - 2- رشیوں کا فرض۔
  - 3- دیوتاؤں کا فرض۔
- ہر ایک دو دو تارکتے۔

والدین کے فرض میں 1- والدین نے تجھے پیدا کر کے خاندان کا نام چلایا ہے۔ تم نے اگلی نسل سے خاندان کا نام آگے چلانا ہے۔

2- والدین نے تمہیں پیدا کر کے ہر طرح سے تکلیف اٹھا کر پاں پوس کر پڑا کیا۔ تاکہ تم ملاک۔ قوم اور انسانیت کا کام آسکو۔ آخری عمر میں تمھارا بھی فرض ہے کہ انکی خدمت کرو۔ جسکی انھیں ضرورت ہوگی۔ جو کچھ تمہیں آسکے۔ اس پر عمل کرو۔ رشیوں کے فرض۔ 1- تم نے استاد کے قدموں میں میٹھا اپنے آپ کا اپنے طرز عمل کا گیان حاصل کرنا ہے۔ 2- گیان حاصل کرنے کے بعد اس علم کو پھیلانا ہے۔ تاکہ اسکی توسیع ہو۔ اور عالم کو فیض پہنچے۔ استاد کی خدمت سے اس کا عوض چکانا ہے۔

دیوتاؤں کے فرض میں 1- دیوتاؤں نے ایشور کی قدرتوں نے تمھارے لئے ہر نعمت میسر کی ہے۔ ان سے لطف اندوز ہونا کہ یہ کام آئیں۔ ضائع نہ ہوں۔



۲۔ جو کچھ ختم نے پایا ہے۔ اُسے انسانیت کے لئے گناہاں سیکھو۔ ماں کو بیٹے کو کھلا کر جو خوشی ہوتی ہے۔ خود کھلا کر نہیں ہوتی۔ ایشور تمہیں دیکر خوش ہوتا ہے۔ اُسے خود کچھ ضرورت نہیں۔ وہ اپنی ہر مخلوق کو کسی نہ کسی رُوپ میں سب کچھ دے رہا ہے۔ مگر تمہارا بھی امتحان ہو رہا ہے۔ کہ آپ نے کیا کیا۔ نذر ایشور اور قربانی یک ہیں۔ پوجا ہیں۔ بندگی اور ریاضت ہیں۔ جس اہم تہ نے اپنے قالب کو خدمتِ خلق میں نذر کر دیا۔ وہ قالب چھوڑ کر امر ہو گئی۔ اپنے افعال اور اعمال سے آدمی اٹھتا ہے۔ اور اپنی سے آدمی گرتا ہے۔ قالب نے ختم ہونا ہے ایک دن اور لازمی ختم ہونا ہے۔ لیکن اپنے فرض کی پابندی میں انسانیت کی کسوٹی پر پوری اتر کر۔ خلافت کی بہبودی کے لئے۔ ملک اور قوم کی ترقی اور فارغ البالی کے لئے ایشور کے نام پر ایشور کی دُنیا کے لئے نذر اور ایشور کی ویدی پر قالب کو قربان کر نیوالی اٹھنا اپنے آپ کو پہچان کر اپنی ٹھیک راہ پر گامزن ہو کر اپنے مخزن۔ اپنے ہرم دھام برہم سے ملتی ہے۔ یہی منزل ہے۔ یہی نردان ہے۔ موکش ہے۔ اور جو اہم تہ اس کے اکت چلتی ہے۔ وہ بھٹکتے ہوئے چور اسی لاکھ جنموں کے چکر میں دھک اٹھاتا ہے۔ اسی لئے ایشور آپ کو نصیحت کرتا ہے۔

कुर्वन्नेवेह कर्माणि जिजीविषेच्छतः समाः ।

॥ तत्त्वं त्वयि नान्यथे तोऽस्ति न कर्म लिप्यते नरे ॥

ایک پر دُنیا کھڑی دُنیا کے باعث ایک ہے : جس طرح افراد سے قوم و وطن کی ٹیک ہے  
سوتے منزل عمل پیرا ہو کے جی سو سال تو : ہو کے بے راہ نہ دگر لوں پھر پریشاں حال تو

مقدس مقام

شری سوامی پری پورنا  
مندی جی پورنا

کبھی وحدت کے مچانے میں ایک گھونٹ پیا ہوتا  
طلب اندر ہے دُنیا کی بے باہر سے خدائی یا  
تو ہوتا عاشق صادق تو اک ہی شبہ سے  
خدا سے ایک دن پوچھا کسی عاشق قلندر نے  
خدا بولامیں زندہ ہوں اکا بہ سرور عاشق سے  
یہ چکر آنے جانے کے ختم ہی ہو گئے ہوتے  
یہ کھلتا روز روشن کی طرح راز حقیقت گر  
نقوش غیر مٹ جاتے تیرے میں ابکی تختی سے  
خودی اس جسم سے منتی خدا سے ایک ہو جاتا  
تجھے لافانی ولا حد حقیقی زندگی ملتی

تو جیتے جی آزاد ہوتا جسم کی قید سے پورن  
حقیقت اپنی سے دل کو اگر آگاہ کیا ہوتا



اوم

(اوم)

اوم

## خطوط گوشت

(از قلم بہتری ۵۵ اسلامی گوشت مندجی مہاراج)

خط نمبر ۲۵۹

از جنم - ۱۴ جنوری ۱۹۲۹ء

## عقل و غیر سے پرے

از طرف لام

پریم پوجیہ سنت گورو دیو مشر و تری۔ برہم نیشٹی کرے۔ اگوچر۔ اچھید۔ اچھید۔ اذیم۔ نروکار۔ سرب شکتیماں۔ سرب میں  
سمان۔ پورن برہم پریم پرکھو شربیان سوامی جی مہاراج۔ جے سچراند۔ ہری اوم آئندہ منسکار۔ منسکار۔ منسکار۔ کوٹان  
کوٹ بار منسکار۔ آپ کا دیالٹانامہ پہنچنے سے دورات پیشتر ہی آپ کے درشن پستناوی جگت میں ہو چکے تھے اور  
یہ نیشی پورا تھا کہ آج یا کل کر یا درشتی کی درشتی ہوگی۔ پریم پرکھو آپ اپنے دس کو دس جان کر شش پنا بخشکر آتھا  
کو آتھا جان کر اس کی دیا درشتی سے کرتا رکھ کرتے ہیں۔ اتی ہی آئندہ درھک ہوگا۔ کیونکہ چہرے کو جو وقت موجود ہے۔  
بیشتر سامنے کر کے دکھانا باعث خورسندی طبع ہوتا ہے اسی طرح آپ کی دیا درشتی سے اچھی ہوئی برہماکار برتی (جو کہ ہر کال  
میں ہر برتی ہمدی ہے) اپنا سروپ اوجھو کر کے آئندہ سوپ کا جلوہ دکھا کر آئندہ دت کر رہی ہے۔ زیادہ بانی کچھ بیان  
نہیں کر سکتی عقل کچھ یقین میں (اُس ادھشتان کے بغیر انہیں لاسکتی من خیال میں نہیں لاسکتا۔ اور یہ خود ہی بے بود ہیں  
کریں کیا اور کیسے آپ کا چرن سیدوک۔ دولت رام سچدیو۔

خط نمبر ۲۶۰

از سوامی جی بنام پیڈت رادت جی چوہرکانہ ۲۴ نومبر ۱۹۳۱ء

## لے بھاو سے بچنے کا طریقہ نقلی حمست!

پیارے آتما۔ اوم آئندہ آپ کا پریم پتر میں گیا۔ حرف بحرف پڑھ لیا گیا۔ جواب حسب ذیل ہے۔  
(۱) چھڑایا بھڑو جس قدر پیچھے ہٹتا ہے۔ اتنا ملکہ اچھی مارتا ہے۔ ایسے ہی جو کمی پہلی ہے وہ نکل جاوے گی۔  
(۲) جب برتی صاف ہو جاوے۔ اُس کو لے نہیں کرنا چاہیے۔ شدھ برتی کا دیکھنا ہر سوکر جہاں جہاں جہاں کاش میں  
برتی جاوے۔ ادھر برہم کا ساکشی روپ سے اوجھو کرنے سے برہم ساکشی بنتا جاتا ہے۔ اور برتی کے پرکاشک ہوتے  
سے برہم کا آتم روپ اسے ساکشات ہو جاتا ہے۔ ایسے ساکشات کرانے کے بعد پھر اگر برتی خود بخود شانت ہو جاوے  
تو اچھی ہے یہی اوروکھپ اوستھا ہے۔ ورنہ لیشا کی حالت ہے جو بالکل ناقص ہے۔  
(۳) آتما بندھ مکت دونوں سے رہت شدھ ادویت روپ ہے۔ جو ایسا پورے طور پر نہ سے وچار کر آپ کو بہتا



ادویت مانتا یا جانتا ہے۔ وہی ایسے نشیچہ اور درستی سے بحث اوستھا یعنی شرکھے پدا اور نرا لکھے شکھ اور نرا لک پدا کو جہاں مکمل شانت ہی شانت سمجھاوک ہے۔ پراپت ہوتا ہے۔

(۴) شلوک دوسرے کا ترجمہ آپ نے سارا نہیں کیا۔ اگر سارے پر غور کرتے تو اختلاف معلوم نہ ہوتا۔ کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ جو آپ کو امتا نشیچہ کرتے ہوئے مکنت سمجھتا ہے۔ اور شر میں بھی متا رکھتا ہے۔ وہ نہ لیا فی ہے نہ لوی کیونکہ جو پورے طور پر وجہ کر کے آپ کو متا نشیچہ کر لیا۔ وہ شر میں کب متا رکھ سکتا ہے۔ ہاں اگر گینی بھی متا بہت نظر آتا ہے۔ تو سوانگی کی طرح اسکی متا ہوتی ہے۔ نہ کہ اصلی۔ اس لئے اس سے بگاڑ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس سے اختلاف شلوکوں کا ثابت ہوتا ہے۔ نیز پرش نے مکنت ہونا نہیں۔ اپنے آپ کو بندہ مکنت رہت سمجھاوک مکنت سوپ (آزاد صبی) جانا اور نشیچہ کرنا ہے۔ ایسے کو اہنگتا متا دیہہ میں اصلی نہیں ہوتی۔ فقط۔ گو بندہ آئندہ

خط نمبر ۲۶۱۔

لکھنؤ۔ ۲۱ جون ۱۹۳۲ء

## اعلیٰ ڈگری

پیارے اتما ماسٹر لکھوانداس صاحب جی۔ اوم آئندہ اوم آئندہ عزیز اندرجیت کے پاس ہو جانے کی اس اور آپ کو مبارک ہو۔ پنڈت رام دت جی کے پاس ہونے کی ابھی بہت خوشی ہے۔ اس کو بھی مبارک باد دیوں اور کہہ دیوں کہ جیسے اس میں (لوہارک اوستھا میں) پاس ہوئے ہیں۔ ویسے اس میں (پرمارتھاک اوستھا میں) بھی پاس ہونا چاہئے۔ مگر ایسا نہ ہو کہ پھر ڈوجہ کے نام نہاد پاس ہو کر دکھائیں۔ دولت رام اور رام دت جیسے بھی اگر پھر ڈوجہ میں پاس ہو کر دکھائیں گے۔ تو ان کی ہمت یا محنت میں داخل نہیں۔ ہاں جیسا انہوں نے سواناک و ہار ہے اس کے مطابق نتیجہ دکھائیں تو ٹھیک ہے۔ فقط۔ (گو بندہ آئندہ)

خط نمبر ۲۶۲

چوٹہ کاندہ۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۳۲ء

## ویراگ اور وچار کی ضرورت

پیارے اتما رام دت جی۔ اوم آئندہ لالہ دولت رام کی انتظاری کے سبب آپ کو جواب نہ دیا گیا۔ آپ نہ مالاٹق نہیں ہیں۔ ایسا خیال اور لفظ چھوڑ دیوں۔ کیونکہ جیسا خیال ویسا ہی حال ہو جاتا ہے۔ ہاں گوشش باقاعدہ کی جاوے ایک نہ ایک وقت ہم خری کامیابی کا ہی اہواوے گا۔ زیادہ گھبرانے کی یا فکر کی جگہ نہیں۔ البتہ مسلسل وچار کی ویراگ پوربک ضرورت ہے۔ فقط۔ (گو بندہ آئندہ)

لکھنؤ۔ ۲ جولائی ۱۹۳۲ء

خط نمبر ۲۶۳

سنگدوش اور اہنگتا متا کی فورتی زندہ مرنے سے ہوتی ہے



پرے آتما اوم آتند۔ پتر کا جواب حسب ذیل ہے۔

(۱) چمت کی خرابی کا باعث تو سنگدوش کے سہوائے اور کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ (۲) عام لوگوں کا میل ملاپ یا ایسے مضمینوں کا دیکھنا سُننا بھی سنگدوش میں ہی داخل ہے۔ البتہ کچھ سابقہ سنسکار بھی کسی وقت ذریعہ بن جاتے ہیں۔ ان سب باتوں کا خیال اور نگرانی چاہیے۔ اور ساتھ ہی آہار اور ریائش ساتکی کا خیال رکھا جاوے۔ یہ سب باتیں سنگدوش میں شامل ہیں۔ (۳) ہنگامتا جتنا سہوائے مکمل و چار اندرونی کے نہیں جاسکتی۔ البتہ سب سنگ خاص اور ویدانت شاستر کا بخور سے ایکانت میں مطالعہ بھی اس کے دور کرنے کے مددگار ہیں۔ (۴) جب انتشکرن و دنیاوی فکروں اور خواہشات سے صاف کر کے گورو کی چٹکتی سے مسلسل و چار کیا جاتا ہے۔ تو اتم سرور کے انجھو میں پھر تو کوئی خاص دیر نہیں لگتی۔ لیکن بعض لوگ کچھ اپنی رائے یا ادھر ادھر کو ساتھ ملا کر ابھاس کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی چاہتے ہیں۔ کہ خلاف قانون بہت جلدی کامیابی ہو جاوے۔ اور محنت باقاعدہ اور مسلسل سے جی جراتے ہیں۔ انکی کامیابی میں ابھی زیادہ دیر لگتی ہے۔ دیکھئے کس قدر پڑھائی میں طالب علم محنت کرتے ہیں جس کا نتیجہ بھی جا کر کسی کو ملتا ہے۔ کسی کو نہیں ملتا۔ ایشور سبندھی چند دن کی محنت سے لکھواٹھٹے ہیں جو سب سے اعلیٰ اور مشکل کام ہے۔ اس لئے بڑا حوصلہ اور دھیرج اور تپن سے گوشش اور اخیر زندگی تک لگے رہنے والے کامیاب ہو سکتے ہیں۔ نہ کہ جلدی کرنے والے۔ اور پھر لے والے کوئی تھول بازی کا کام تو نہیں۔ زندگی میں مرنے کا سوال ہے۔ دولت رام جی خود بخور سے پڑھ کر پنڈت رام دت کو دیویں۔ فقط۔ گوہند آتند۔

خط نمبر ۲۶

از کوٹہ۔ راجپوتانہ۔ ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۷ء

## گھبراہٹ کیوں

پیارے آتما پنڈت رام دت جی۔ اوم آتند۔ آپ کا پتر ملا۔ جواب یہ ہے۔ بیج کوزمین سے بار بار مٹی اٹھا کر دیکھتے رہیں کہ ٹوٹا (پوٹا) ابھی بنا ہے۔ یا نہیں۔ تو یہ بھول کا کام ہے۔ اگر زمین درست کر کے اور تروالی (بندار) بنا کر اس میں تخم بویا جاوے گا۔ تو وہ ضرور ایک دن پوسا بن کر نکلے گا۔ اور اسیستہ آہستہ وہ پھل لائے گا۔ آپ تھوڑے دنوں میں گھبرا گئے ہیں۔ اس راستہ میں گھبرنے والوں کا کام نہیں۔ انیک جنم سینسڈی (گیتا میں لکھا ہے کہ انیک جنموں کے بعد سبھی سپھلتا) ہوتی ہے۔ یعنی موکش ملتا ہے) کا بھی خیال یاد ہے یا نہیں۔ جو لگا رہتا ہے حسب ہدایت۔ وہ ضرور کامیاب ہو جاتا ہے۔ راستہ میں چھوڑ دینے والا یا ادھر ادھر کی اور اپنی مرضی بھی ساتھ ملا کر چلنے والا بہت وقت اٹھاتا ہے جو چلتا ہے اس کا سفر ضرور ختم ہو ہی جاتا ہے۔ دھیرج اور شاستی سے لگ رہنا چاہیے کسی وقت اتفاقاً ہی آپ کی تسکلی کا الزبح ہو جاوے گا۔ اگرچہ ہر وقت بھاوک ساکشت ہی ہے لیکن توہمات اور زیادہ خیالات اور ادھر ادھر کے سبب سے ساکشت ہوتا ہی نہیں نہ پر وہ معلوم ہوتا ہے۔ اگر باقاعدہ حسب ہدایت عمل رکھو گے تو ضرور جلدی کامیابی ہو جائیگی۔ فقط۔ گوہند آتند۔



خط نمبر ۲۱۵  
سمت ۱۔ شریک و مہرن اور لے بھاؤ کا دور کرنا۔  
چوتھراکانہ۔ ۶ مارچ ۱۹۳۲ء

پیالے سے اتنا رام روپ جگمگاؤ آئے تیرا۔ حرف بحرف پڑھا گیا جواب حسب ذیل ہے جس قدر صفائی دل کی ہوتی ہے اسی قدر انتم خیال کا آنا بہت بڑا اور کھدائی معلوم ہوتا ہے جب گیان کی حالت نمودار ہوگی پھر ہر حال میں سمٹا ہوگی۔ جیسے پانی کے گیان ہونے پر پھٹا ہوا چلتا پانی یکساں ہی نظر آتے ہیں خاص فرق نہیں معلوم ہوتا۔ ایسے ہی گیان اوستھا میں بھی ہو جاتا (۲) جو آپ نے نہیں سمجھاؤ دی تھا کہ دنیا اور شریک کا قطعی بھول جانا و چاروان کے لئے بہتری کا باعث معلوم ہوتا ہے۔ اوستھ اس کا مطلب نہیں تھا۔

(۳) جو پورے طور پر گرداب کو گرداب اور چاہ کو چاہ سمجھتا ہے۔ وہ پھر اسی میں نہیں کودتا۔ ہاں نشتر کی کریا کالت بہوشی جانتے ہوئے بھی کوڈرتا ہے۔ مگر سلیم عقل نہیں۔ (۴) کچھ سمجھا دیا۔ بدھ کے کبھی خوش میں ہوتا ہے۔ اگر اندر چار قائم رہے تو اتنا قیہ کوئی کام پر خلاف ہو جانا بھی کوئی خاص بگاڑ نہیں کرتا۔ مگر عادی نہ ہو جاوے۔ (۵) جب نیند یا لیتا (مٹھتا) آنے لگے تو فوراً ہوشیار ہو جانا چاہئے۔ اور خیالات کو کم کرنا بند کر دینا چاہئے۔ وچار میں لگانا اس سے زیادہ مفید معلوم ہوتا ہے۔ فقط۔ گویندا شند۔ (زبانی پھر)۔

## خیال سفر کو روک

از حکیم چاندی رام جی مسرود

دُتیا ئے بے ثبات کے سفر نظر کو روک  
بہشت سے قصر پیہم کے ہر ایک ذرہ کو روک  
اے دل نواز اب دل شوریدہ سر کو روک  
ہے دہر پنجات یہی۔ سالک سکون  
قدموں میں تیرے آگرے دولت جہان کی  
بس عالم خیال میں محور سے ہر کے  
نچرے ہیں پیچھے اور خیال سفر کو روک  
ساز نفس کو پھیر کے ہر شور و شر کو روک  
جو خیال جدت خون جگر کو روک  
پیہم ریاض دم سے دل فتنہ گر کو روک  
اے حق نواز خواہش سحر یص زرد کو روک  
تار نظر کو باندھ کے ضعف بصر کو روک

بے خود کہیں بنانہ دے مسرود دہر کو  
یتور بدل کے ساتی مست نظر کو روک



ریویو

## تختِ توحید

مضفہ عظیم چاندی رام جی مسٹر کا ۲۲ صفحات پر مشتمل اردو شاعری کی ایک لاجواب کتاب ہے اس میں جتنی بھی نظمیں ہیں۔ وہ بلا لحاظ

مذہب و ملت توحید کے پرستاروں کے لئے سرور اور محویت پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ شری مسٹر صاحب کی ربانی کلام سے ہی ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ پرانے وقتوں کی اردو اور فارسی زبان پر اچھی طرح مادی ہیں۔ اور روحانیت کی منزلوں کو بھی طے کر چکے ہیں۔ ایسے عالم باعمل فقیرِ عیفت بزرگوں کی دل سے نکلی ہوئی نظمیں لازمی طور پر قلبِ مضطرب کو راحت و تسکین بخشنے میں اکسیر ثابت ہوں گی۔ بشرطیکہ ان کو پڑھنے والا ان روحانی منازل سے واقف اور حاشم بصیرت کھل چکی ہو۔ عام آدمی اس کتاب سے فیضیاب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ صرف داعیِ استخراج کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ دل کی گہرائیوں میں اتر کر اور اپنے محبوب سے واصل ہو کر اور ایک خاص (سٹیج) حالتِ محویت میں لکھی گئی معلوم ہوتی ہے۔ اگر کسی کو تصوف سے لگاؤ ہے تو وہ اس مجذوبانہ شاعری کا لطف حاصل کرے۔ کتاب مضبوط جلد میں ملبوس ہے صفحات کا نمبر ۲۲ ہے۔ لکھائی چھپائی بہترین اور کاغذ 28 پونڈ اعلیٰ قسم استعمال کیا گیا ہے۔ قیمت پانچ روپیہ علاوہ حصول ڈاک 5/5 روپیہ۔

ملنے کا پتہ: دفتر رسالہ اوم، اجیری گیٹ دہلی نمبر ۶

## گوبند شنیش

برہم نشی۔ برہم شرتوری شری ۵۵ اجیری سوئی گوبند ہری جی مہاراج پر دھان ا دھیکش شری طبعوان بھون  
رشی کشی جی کی پوتر و چار دھارا۔

## خود شناسی

پروفیسر نلال ایم

متلاشیِ حق یعنی جگیا سو جس نے لشکام شہنہ کرموں سے اپنے من کے آئینہ کو منور کر لیا ہے سنسار کے وشے بھوک  
جسے اپنی طرف کھینچ نہیں سکتے۔ پر بھو چنق سے جس کا وکھشیپ روش دور ہو چکا ہے۔ اور سن ڈکاؤ میں ہے۔  
بقول شری مولانا اوم۔

سینہ با صیقل شدہ از ذکر و فکر تا یزدائے دل نقش بکر  
"ان کے سینے ذکر و فکر (یا دہلی) سے روشن ہو چکے ہیں۔ تاکہ ان کے دل کا آئینہ نادر نقوش کو قبول کرے۔"  
ایسا جگیا سو وکھش اچھا کو لیکر مرشد کمال کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ اور پر خلوص عقیدت سے التجا کرتا  
ہے کہ اے جگیاؤں مجھے کرا کر کے بتائیے کہ میں کون ہوں؟ سنسار میں کیوں آیا ہوں؟ سنسار کے دکھوں سے مجھے  
کیسے رسانی مل سکتی ہے؟ اور پرمانند کی پر اپتی کا کیا سادھن ہے؟  
بقول۔ خود شناسی کی جسے لگن ہوتی ہے۔ اس کی مدھی ہی جستجو میں مگن ہوتی ہے۔  
درمشد پر رسانی کے پناہ محال ہے گوبند۔ رحمت مرشد ہی آئینہ دل میں جلوہ فگن ہوتی ہے۔"



بقول :- جسم باطن میں دیا نشتر نگاہ تیز کا ۔ کٹ گیا وہ رنگ محسوسات کفر انگیز کا  
 مذکورہ سوالات کے جواب میں ستگور دیو جی کو پا کر کے فرماتے ہیں کہ اے پیارے تیرا بدھی روپی شیشہ  
 الٹا ہے جب تک وہ سیدھا نہیں ہوگا تب تک تو اپنے آپ کی پہچان نہیں کر سکتا۔ جیسے نیواری کی دوکان  
 پر لگا ہوا شیشہ بازار سے گزرنے والی سب چیزوں کو دکھاتا ہے۔ لیکن نیواری اس میں اپنا چہرہ نہیں دیکھ سکتا۔ اگر وہ  
 اپنا چہرہ دیکھنا چاہے تو اپنے کا رخ اپنی طرف کرنا پڑیگا۔ اسی طرح تیری بدھی روپی شیشہ کا رخ نام رُپ پر پہنچ کر  
 طرف ہے جس کے کارن تو اورن دوش میں مبتلا ہے جس نے چاروں طرف سے تجھے گھیر رکھا ہے اور تیری حقیقی  
 اور ویاپاک تیں "کو جسم خاکی روپی پچھر میں بند کر دیا ہے۔ تیری درشتی محدود ہو گئی ہے۔ اپنے فانی جسم کے حقیقین  
 اور دیگر تعلقات یعنی اس پر پہنچ کر جو کہ تغیر پذیر اور ناشوان ہے۔ اُسے تو نے حقیقی مان رکھا ہے۔ گویا انا تم میں قائم  
 اور انتہی میں متیہ بدھی کر رکھی ہے اور انہیں کے کارن تو اس سدا قائم نہ رہنے والے جسم خاکی کو قائم دائم اور حقیقی  
 سمجھ بیٹھا ہے اور یہی جہالت ہے۔

بقول :- کھجول کے چکر میں انسان سرگرداں ہے ۔ تن خاکی میں گرفتار من حیراں و پریشاں ہے ۔  
 خود شناسی ہی اس کا واحد علاج ہے گو بند اس کے بغیر حقیقت کب ہو سکے عیاں ہے۔

صرف اسی پر بس نہیں یہ جسم خاکی جو گندگی کا پھیللا ہے۔ پلو تر اور ناپاک ہے اسے حسین اور متبرک جان کر  
 تو اس کے بناؤ سنگاریں غلط ہیں۔ اور اسی کے لگاؤ سے استری اور پتر کے موہ روپی دلدل میں پھنسا ہوا ہے  
 جس سے نکلنا محال ہو جاتا ہے۔ یہ جسم جو روگوں کا گھر ہے۔ دُکھوں کی کان ہے جس سے سکھ اور شانتی کی تمنا رکھنا  
 ریت سے تیل نکالنے کے سمان ناممکن ہے تو اُسے سکھ کا سادھن جان کر اُس کے لئے دھن سمپتی اور مان پر تشٹھا  
 حاصل کرنے کے چکر میں سرگرداں ہے اور انجام میں سوائے کف افسوس مننے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

پاؤں پنہیت گور بانی کے انوسار۔

پتر کلتر ار نکشی مایا

ان سے کو کوئے سکھ پایا

مذکورہ چار پرکاری و پریت بھانا یا جدید جہالت جس کی پیاد دیواری میں تو گھرا ہوا ہے جب تک اس سے  
 نجات نہیں ملتی تب تک اس جسم کی قید سے رہائی یعنی نہرا سکتی محال ہے اور اس رہائی کے بغیر اپنے ایک پہچان نہیں  
 ہو سکتی اور اسوائے خود شناسی حقیقی سکون اور سکھ کیسے مل سکتا ہے۔ سرور ابدی جو کہ تیرا مدہ تھا۔ اس کھجول اور  
 جہالت نے تجھے ہمیشہ کے لئے اُس سے محروم کر رکھا ہے۔

بقول :- بھولا بابا جی :-

اس دیہ کو میں مانکر لے نہ اپنا کھو دیا  
 دس کھونٹ میں جو پورن تھا وہ کھاٹ بھر کا بن گیا  
 تھا ست سو مٹھیا ہوا چیتن تھا جرٹھ ہو گیا  
 تھا جھوپ سو بھکھا شک بنا سورن تھا سوچن گیا  
 بقول سارو :- تو تھی از حق از انی کز خودی و خود پیری  
 پیرز حق اندم شوی کز خویشتن گردی تری



ارتھ۔ تو اتم اوجھو سے اسلئے محروم ہے کیونکہ خودی کے جلال میں گرفتار ہے جب تک ہر ذرہ روپی مندر کو اس سے خالی نہیں کر لگتا تب تک رحمت حق سے محروم رہیگا۔ یعنی کچھ بندہ ہی حقیقت سے کوسوں دور رہتا ہے۔  
 حجاب جب تک اپنی جزوی خودی کو کم نہیں کرتا کبھی بحر سے ایک نہیں ہو سکتا۔ جب تک خودی کا ایک ذرہ بھی تمہارے آئینہ بدل کو مگر کئے ہوئے ہے تب تک حقیقت کا روئے زیبا دیکھنا نہ صرف محال بلکہ ناممکن ہے۔  
 بقول: حضرت ابو سعید ابوالخیر۔

گشتی بوقوف برواقف قانع شد قصد مقاصد از مقصد صالح  
 ہرگز نشود تا بکس کشف خجیب انوار حقیقت از مطالع طالع

تو دیدہ دانستہ تعینات پر قناعت کر کے بیٹھ گیا اور دنیاوی مقاصد کے حصول کا ارادہ تیرے حقیقی مقصد میں حاصل ہو گیا۔ جب تک کسی آنکھ سے تعینات کا پردہ نہیں اٹھتا۔ انوار حقیقت اپنی جائے طلوع سے ظاہر نہیں ہوتے یعنی انسان جب تک تعینات و کثرت میں مبتلا ہو۔ انوار حقیقت کے مشاہدہ سے قاصر رہتا ہے۔  
 یہ لازوال ہیں، یلا فانی اور لا محدود ہیں، جو کہ تیرا اصلی سُروپ ہے جو کہ تیرا اپنا آپ ہے وہ ویریت بھادونا اور بھول بھلیوں کے چکر میں بھٹک رہی ہے اور محدودیت کی قید میں دم توڑ رہی ہے جب تک تو اسے لہر ہی کے چکر سے نجات دلا کر جاگزیں نہیں کر لگتا تب تک حقیقی خوشی کا مہ نہ دیکھنا محال ہے۔ جب یہ بحر بے پایاں میں اپنی اصلی شان کو بھول کر نام روپ کی نیند اہن جاتی ہے اور ظاہری نمائش کو ہی اپنا مقصد حیات مان لیتی ہے اسوقت تمام رنج و الم کی دنیا ظاہر ہو جاتی ہے۔ تمام شہم کی پریشانیاں اُسے چاروں طرف سے گھیر لیتی ہیں۔ لیکن جو پہلی حقیقت داہوتی ہے اور نظر باطن کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ تو ایک لانا تھا ہستی کا نظارہ اس کے سامنے یوں بول اٹھتا ہے۔

کر ترک خودی کو عادت کو اور قطرے سے دریا بن گیا

ہو تجو ذرا اعلیت میں اور ذرے سے بھی سرایتی جا

کیا اہوئے صحرائی تو جو بھولا ہے یوں نلنے کو کیوں خجنگ میں سرگرداں ہے تو آئنا ہی تیرا بن گیا  
 خوشنما سی کیلئے جسم کی کتاب کو بغور پڑھنا ضروری ہے یعنی وہ پاک وقتی بدھی دولا اسکی کھون کرنے سے ہی تمام  
 سوالات کا جواب مل سکتا ہے اور مقصد حیات کے حصول کے لئے رہنمائی نصیب ہوتی ہے۔

بقول: جہا تہا دھرم داس جی۔

پو پھتی تن کی گورو سے جو جن پڑھے و چہار چار وید کھٹ ست استر کاتت کھیتن پاوے سار  
 تہ کھیتن پاوے سار اور کچھ رہے نہ پڑھتا ایچے چمت میں شانت نشے چنتا اور سترنا  
 دھرم داس اس پسنا اور دیا سب لھو پھتی کبھی نہ اہوے گیان پڑھے بھارتی لکھ پو پھتی

مذکورہ کنڈی پر مکمل و چار اور چار پر کار کی پریت لکھا و نا کا و ویک۔ مضمون اگلی قسط میں واضح کیا جائے گا۔ ”اوم شہم۔“



# آرزو سہاگت

تو اگر چاہے تو گھر تیرا چاہو جائے  
 مثل مجھوں میں ہر اک دشت کو آباد کروں  
 دل میرا حق کا شناسا جو نہیں ہو سکتا  
 جس طرح میری تمنا ہے نہ ایسا ہو اگر  
 اس قدر بندہ تسلیم و رضا ہو جاؤں  
 یا تو ناکام میری کوئی تمنا نہ رہے  
 کاش تو آئے نظران میری آنکھوں سے کہیں  
 زل بٹنا ہے کہ تیرا وقف و اتقاری ہے  
 یا تو یہ پردہ ہے جس کو نظر آجائے  
 کاش مہر شہ کی عنایت سے میں وہ آنکھیں

ذریعے ذریعے سے نمایاں تیرا جلوہ ہو جائے  
 کاش مجھ کو جو تیرے حسن کا سیرا ہو جائے  
 جو شناسا ہے اسی کا ہی شناسا ہو جائے  
 جو میرے حق میں رضا ہے تیری ویسا ہو جائے  
 نہ رہے فکر کہ ایسا نہ ہو ایسا ہو جائے  
 یا تمنا میری خود تیری تمنا ہو جائے  
 تیرا کچھ کم نہ ہو اور کام کسی کا ہو جائے  
 پردہ ہٹ جائے وہ پھر ویسے کا ویسا ہو جائے  
 یا تو اتنا ہے نظر جلوہ ہی جلوہ ہو جائے  
 جو بھی پوشیدہ و نہیاں ہے وہ پیدا ہو جائے

اب تو یہ ہے کہ کسی کا بھی نہیں ہے شاید  
 وہ کریم کر کہ یہ سہاگت بھی کسی کا ہو جائے

پینٹ کا تمام سامان خریدنے کیلئے

## ایچ ایچ پینٹس

۱۵۔ تھلک مارکیٹ شہری ستان قنصر مندر  
 تھلک نگر نئی دہلی

ڈرائی کلبین۔ رنگائی و رفو کا  
 و شیش پر بندہ

## چد ہا داسز

سنٹرل مارکیٹ و تھلک مارکیٹ۔  
 تھلک نگر نئی دہلی



# پرماتما کے پرکشش درشن

از: ایڈیٹر،

شندکانہ سمدھان

پیشکش :- میں اودم کا خریدار تو نہیں ہوں کبھی کبھی اس کو ٹرھٹے کا شوق ضرور رکھتا ہوں عام لوگ پرانے دنیاوی خیالات کے زیر اثر پرماتما و بلکورو، خدا، اللہ، گاؤ وغیرہ کا یقین رکھتے ہیں لیکن مجھے تو یہ ایک دم سا نظر آتا ہے اگر کوئی خدا پر ماتما ہو تو نظر بھی آئے میں تو صرف اسی چیز کو مانتا ہوں جو آنکھوں سے دیکھی جائے۔ باقی سب لتوا اور بھوٹ ہے اگر آپ کوئی طریقہ ایسا بتائیں کہ جس سے پرماتما کے پرکشش درشن ہو سکیں تو میں آپ کا رسالہ جاری کرلوں گا اور کئی اور خریدار بھی بتا دوں گا۔ "نارائن سنگھ"

اتر :- پیارے سچن! جواب نے درشن کیا ہے، یہ صرف آپ کا ہی نہیں بلکہ جہاں کی دنیا میں انیکوں پرشوں کا ہے۔ اور اسکے اثر میں جتنا بھی لکھا جاوے اتنا ہی ٹھیک ہے، چونکہ ان چٹے کی آنکھوں سے پرماتما کے درشن نہیں ہو سکتے اور صرف دل کی آنکھوں سے ہی ہو سکتے ہیں۔ اس لئے آپ کو بھی دل کی آنکھیں کھولنی ہوں گی۔ جن جن جہاں پرشوں نے ان چٹے کی آنکھوں کا رخ اللہ کی طرف کر کے دل کی آنکھ کھول لی ہے۔ انکی شہادت سے ہی ہم کہہ سکتے ہیں کہ پرماتما ہے بلکہ سونے پرماتما کے اس سنساریں دوسری دستوری کوئی نہیں جو کچھ بھی آپ کو ان ظاہری آنکھوں سے نظر آتا ہے۔ یہ بھی دراصل پرماتما ہی ہے۔ حلیت میں آپ دیکھتے تو پرماتما کو ہی ہیں لیکن چونکہ آپ کی بدھی کا (تیسرا نیترا) گایاں چکشو نہیں کھلا۔ اس لئے آپ کو پرماتما کی بجائے نام روپ جگت ہی نظر آتا ہے۔ صرات کی نظر میں تمام زیور سونا ہی ہیں۔ لیکن جسکی نظر سونے پر نہیں۔ وہ سونے کو دیکھتا ہو بھی نہیں دیکھتا اور کہتا ہے کہ یہ مالی ہے۔ یہ کوڑا ہے۔ دیکھتے ہیں یہ چوڑی ہے وغیرہ وغیرہ جب اسکی نظر بھی صراف کی طرح سونے کو دیکھے گی۔ تو زیورات سونے کی کلپت پر تیت ہوئے لگیں گے جیسے آپ اندھیرے میں رسی کو دیکھتے ہیں اور اس میں سانپ کا دم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آپ دراصل مرد و دیاک برہم کو ہی دیکھ رہے ہیں اور اس میں آپ کو جگت کا دم ہو جاتا ہے۔

نامد یوگی فرماتے ہیں: ایک بیایاک پورن۔ جت دیکھوں تبت سوئی۔ مایا چتر و پتر اودھ بھت۔ ورا لہجھے کوئی۔  
سب کو بند ہے سب کو بند ہے گوبند نہیں کوئی۔  
سٹوت ایک منی سہس پردے اوت پوت پرکھو سوئی۔  
یہ پرترنج پار برہمہ کی لیلہ و حیرت آن نہ ہوئی۔  
سو کرنی جو گور اپدیشا۔ جاگت ہی من ملنے۔  
گھٹ گھٹ انتر سرب نر نتر کیوں ایک مراری۔  
سب کو بند ہے سب کو بند ہے گوبند نہیں کوئی۔  
جل ترنگ اور پھین بد بد جل سے پھن نہ ہوئی۔  
منخصیا بھرم اور سچن منورکھ، سہمت بد رکھ جانے۔  
کہت نامد یو ہری کی رچنا دیکھو ہر دے پجاری۔

عاشق ہے تو دل کو ہر اک رنگ میں پہچان  
تہنہ انہ اسے اپنے دلی تنگ میں پہچان  
ہر آن میں ہر بات میں ہر ڈھنگ میں پہچان  
ہر بارغ میں ہر دشت میں ہر رنگ میں پہچان



بے رنگ میں بارنگ میں نیرنگ میں بچان  
منزل میں مقامات میں فرسنگ میں بچان  
ہر غزم ارادہ میں ہر امنگ میں بچان  
عاشق ہے تو دلیر کو ہر رنگ میں بچان

## لکشمی کی پراپتی کے سادھن

پریشان :- آپ کی چھپی ہوئی سچھی ملی مجھے رسالہ اوم سے بہت پریم ہے جب یہ لاہور سے شائع ہوتا تھا تب بھی میں اس کو منگواتا تھا۔ دہلی میں بھی دو تین سال منگواتا رہا لیکن جب آپ نے چندہ = 13 روپیہ سالانہ کر دیا تو اس قدر چندہ ادا کرنا میری سامت تھے سے باہر ہو گیا اور مجبور ہو کر مجھے اس دھاراکا پرچے سے محروم ہونا پڑا۔ پاکستان بننے کے بعد مجھے اس قدر مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے کہ جس کا کچھ بیان نہیں میں جو کام کرتا ہوں اس میں نقصان ہو جاتا ہے گھر میں کلہہ کلیش رہتا ہے چونکہ اخراجات بڑھے ہوئے ہیں لیکن آمدنی نفی کے برابر ہے شریزیریل ہو چکا ہے غموں اور فکروں میں دن رات رہتا ہے لوگ کہتے ہیں کہ قسمت کوئی چیز نہیں لیکن اپنی زندگی کے تجربات سے میں صحت الفاظ میں کہنے کے لئے تیار ہوں کہ پریشاں رکھنے کوئی چیز نہیں کیونکہ پریشاں رکھنے بھی قسمت کے ادا ہار پر ہے جب قسمت اچھی ہو تب ہی پریشاں رکھتا ہوتا ہے اور کامیابی ہوتی ہے۔ ورنہ انسان مارا مارا بھرتا ہے کیا اس قسمت کو درست کرنے کا کوئی آپا ہے ہے ؟ میری دینیاتوں اور مشغلوں پر پورن شردھا ہے لکشمی کی پراپتی کے لئے کوئی مشن اور سادھن لکھیں تاکہ میری مالی مشکلات دور ہوں۔ اور میں رسالہ اوم کو جاری کر سکوں۔ (رام لال نئی دہلی)

انقر :- ایک لڑکا میر گھرانے میں پیدا ہوا۔ اچھی وہ باجی سال کا ہی تھا کہ اس کے ماں باپ سو گرگیاں ہو گئے اس کے رشتہ داروں نے تمام نقدی خزانہ برد کر دی صرف چند اثرفیاں جو کہ ایک برتن میں ڈال کر دیوار کے ایک کونے میں اس کے باپ نے دبا رکھی تھیں وہ موجود مقبض جس کا علم اس لڑکے کی بھو کوئی تھا۔ لڑکا جب بالغ ہوا تو اس کو بیماری نادراری کا سامنا کرنا پڑا۔ اور وہ بہت دیکھی ہوا اس کی بھو کو ترس آیا۔ اور اس نے جبکہ کھڑکرا اثرفیاں نکال دیں اور اس کو مال مال کر دیا۔

ہم ہندوؤں کی حالت بھی اسی بابائے لڑکے کی طرح ہے جس کو اپنے خزانہ کا علم نہ ہونے کے سبب قسمت اٹھا کر لے لیا ہے ہمارے بڑی مینیوں نے اپنے لوگ بل سے اس لکشمی دویہ شکتیوں کا سراغ لگالا اور ایسے ایسے شکتی شکاری مشغلوں کے لئے جن کو شردھا پوروک چنے اور دیوتاؤں کا ادھن کرنے سے پہلے ہی مشکلات بھی دنوں میں دور ہو جاتی ہیں۔ انسانی ہمیں اپنے دھرم شاستروں پر شردھا نہیں ہے اور شردھا نہ رہنے سے ہم کسی بھی مشغلوں سے لگا نہیں اٹھا سکتے۔ ہمارے ایک بزرگ رشتہ دار تھے وہ دو تین لاکھ کی جائداد کے مالک تھے اور ایشور بھگت تھے وہ فراتے تھے کہ زندگی میں ایک



اُن پر ایک ایسا گرہ چکر آیا کہ وہ جو بھی کام کرتے۔ اس میں نقصان نہ ہو سکتا تھا۔ اور اس میں بے طبیعتی اور غصہ بھی نہ ہوتا تھا۔ اور ناداری نے کچھ مہل چلا۔ وہ مایوس ہو کر گھر سے بھاگ گئے اور سوچا کہ ایسی زندگی سے تو موت چھٹی۔ ہر روز پچھتے۔ صبح شام استننان ایک وقت بھوجن کسی کے ساتھ بات چیت نہیں۔ پورن ہون بروت۔ اور ہر کی پڑی پر بٹھیکر صبح ۳ بجے سے ۱۲ بجے تک گائتری کا جاپ شروع کر دیا۔ دو مہینے لگتا نہ نیم پوروک کرنے سے شریر میں طاقت من میں شانتی اور پریم آنند کا انو بھو ہونے لگا۔ پھر واپس آئے۔ پھر اپنا کاروبار شروع کیا۔ دن بدن ترقی ہوتی گئی۔ کھا نہ خریدی۔ بھاؤ تیز ہو گیا۔ اور سینکڑوں سے ہزاروں روپے بن گئے۔ گائتری نہ تریں کہاں کی شکایت دیکھی۔ ایک ہاتھ نے اُن پورنا ستوترا لکھا دیا۔ جس کو وہ روزانہ دو وقت پڑھا کرتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ اس ستوترا کو شتر دھا پوروک پڑھنے سے دھن دھانی یعنی لکشمی سے منس مالامال ہو جاتا ہے۔ تیز لکشمی کے جاپ سے اور دہلی کے روز لکشمی پوجن کرنے سے مفلسی دور ہو جاتی ہے۔ اُن پورنا ستوترا جنوری ۱۹۰۶ء کے سال اپنا سناٹا میں شائع کیا جاویگا۔ فی الحال لکشمی شکم درج کیا جاتا ہے۔

## ہا لکشمی شکم

— ईन्द्र उवाच —

- (۱) नमस्तेऽस्तु महा माये श्री पीठे सुर पूज्यते शंख चक्र गदा हस्ते महा लक्ष्मि नमोऽस्तु ते । (२) नमस्ते गरुडा रुढे कोला सुर भयङ्करि , सर्व पाप हरे देवी महा . . . . . (३) सर्वज्ञे सर्व वरदे सर्व दुष्ट भयङ्करी सर्व दुःख हरे देवि महा . . . . . (४) सिद्धि बुद्धि प्रदे देवि भुक्ति मुक्ति प्रदायनि । मंत्र मूर्ते सदा देवी महा . . . . . (५) प्राद्यन्त रहिते देवि प्राद्य शक्ति महेवरी , योगजे योग सम्भूते महा . . . . .
- (६) स्थूल सूक्ष्म महा रौद्रे महा शक्ति महोदरे , महा पाप हरे देवि महा
- (७) पदमासन स्थिते देवि पर ब्रह्म स्वरूपिणि , परमेशि जगन्मात महा . . . . . (८) श्वेताम्बर धरे देवि नाना लक्षण भूषिते , जगत्स्थिते जगन्मात महा . . . . .

اندر اواج

(۱) منتے تو ہا مائے شری پیٹھے سر پوجیے  
(۲) منتے گہرا روڑے کو لائے بھینگری  
شکھ چکر گدا بستے ہا لکشمی نموستوتے  
سر واپ ہرے دیوی ہا لکشمی نموستوتے







# ملاس

(از قلم شری جگن ناتھ کھنڈھ صنفی)

جس طرح رہتی ہے خوشبو پھول میں عکس آئینے میں ہے پیش نظر  
رم رہے ہیں بچھ میں ویسے ہی پر بھو کیوں بھٹکتے پھرتے ہو تم اے بشر

ماسوا انکے ہے کیا ہستی تری تیرے گھٹ گھٹ میں ہیں وہ ہی رم ہے  
باطنی آنکھوں سے کر دیدار وہ کس لئے باہر ہو اُن کو ڈھونڈتے؟

کرن سورج میں ہے جاتی جوں سما لئے ہیں ساگر میں ترنگیں ہو رہی،  
بلگیا پر کاش میں پر کاش جب کام سب ہو جائے گا پورا تبھی

رات دن جس کام میں مصروف ہو وہ ہے پیشانی تھکاری پر لکھا  
کس طرح سکتے ہو تم اس سے چھپا بیٹھا اندر جو ہے سب کچھ دیکھتا

جب نہ دنیا میں تھا شکلوں کا ظہور نہ باری تھی اور کہیں نیکی نہ تھی  
نہ یلندی تھی نہ پستی تھی کہیں نہ تھی وسعت اور کہیں تنگی نہ تھی

یاد رکھئے

فون نمبر 566714

یاد رکھئے

## پیرکاش جیولرز

نئے نئے خوبصورت ڈیزائنوں میں زیورات آرڈر مینیار کروانے کے لئے اور راشی  
کے سچے ناک خریدنے یعنی پناہ موزگا۔ نیلم پکھراج وغیرہ کے لئے ہمیشہ  
پیرکاش جیولرز ہر بینڈن پورہ جملہ خاں روڈ قریب باغ نئی دہلی پر پدھاریں



# سوامی رام تیرتھ جی مہاراج

( پندرہت بھارت بندھو بی اے بی۔ ٹی )

حکمر سال۔ دیو آلی کا تیوہار متبرک یادیں لے کر آتا ہے۔ اس دن بُرائی پر فتح حاصل کر کے مریدا پر شروتم بھگوان رام چندر ایودھی میں لوٹے اور وہاں کے رہنے والے خوشی سے ناتج اُٹھے۔ انہوں نے چراغ جلانے اور خوشیاں منائیں۔ دیو آلی کے دن ہی ہندو دہرم کے رکھشاک اور دنیا بھر میں ویدک دھرم کا پرچار کرنے والے جہشی سوامی دیانند جی سرسوتی نے نروان پر اپت کیا اور زیرِ زمین والے اپنے رسیوئے کو بھی نہ صرف یہ کہ فرغِ خدائی سے معاف کر دیا بلکہ اپنی گرو سے اُسے گراہم دیکر چلتا کیا۔ پنجاب کو اس بات کا فخر حاصل ہے کہ اس کی دھرتی پر اسی پوتر تیوہار کی روشنی میں ایک منور سنارہ دھرم و اخلاق کے آسمان میں نمودار ہوا جس نے نہ صرف بھارت بلکہ جاپان۔ امریکہ۔ بھر وغیرہ ممالک میں جا کر اس دیش کی عظمت و تہذیب تمدن کا ذکر کیا۔ دیو آلی کے دن ہی انہوں نے سنہ ۱۸۸۵ء میں لیا اور اسی دن وہ ریاست شہری میں گنگا ماتا کی ایک معاون بھرنڈنندی کی اُغوش میں سما گئے۔

سنہ ۱۸۸۵ء میں بالاک تیرتھ رام کا مغربی پنجاب کے گوجرانوالہ ضلع میں مرالی والہ (جس کا نام انہوں نے بعد میں بدل کر مزاری دلا رکھا) میں گوسائیں ہیرانند نام کے ایک برہمن کے ہاں جنم ہوا۔ پیدائش کے چند روز بعد ہی ماما کا دیہات میں رہنے سے اس بچہ کی پرورش کا بوجھ اس کے بڑے بھائی گوسائیں گورداس بٹری برہمن اور بعد میں بڑے بڑا پڑا جیوتشیوں نے پریشنگوئی کی خطی کہ یہ بچہ بڑا ہو کر دنیا بھر میں شہرت حاصل کر دگا۔ اور اس کو پانی سے خطرہ بنا رہے گا۔ یہ بڑا ہوا بالاک بھی ۲۰ سال کا ہی تھا کہ گاؤں کے مندر میں اُرتی کا کھنڈہ سنگرو نے لٹکا اور تب تک خاموش نہ ہوتا جب تک اس کے پتا سے وہاں نہ لے جاتے اور کھنڈہ سننے کے لئے وہاں نہ ٹھہر جاتے کہتے ہیں کہ کھنڈا کے دوران تیرتھ رام چپ چاپ اپنے پتا کی گود میں بیٹھا رہتا گویا وہ پندرہت جی کی ہر بات دھیان سے سن رہا ہو۔ وہ معمول سے زیادہ ذہین۔ گہرا سوچ بچار کرنے والا اور تنہائی میں رہنے کا شائق تھا۔

اُن دنوں پنجاب کی سرکاری زبان اُردو تھی۔ لہذا گاؤں کے مولوی صاحب سے تیرتھ رام نے ابتدائی تعلیم حاصل کی جب تیرتھ رام نے گوجرانوالہ میں جا کر اپنی تعلیم جاری رکھنے کا فیصلہ کیا تو اس نے اپنے پتا سے درخواست کی کہ شکرانہ کے طور پر مولوی صاحب کو کچھ پیش کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بھینس اپنے بیٹے کے معلم کو ہند کی گوجرانوالہ کے مشن سکول نے جس کے مہیڈیا سٹران دنوں مسٹر چیٹر جی تھے۔ پنجاب کی ممتاز ہستیوں کو انٹر میڈیا کا امتحان پاس کرانے کا ظرف حاصل کیا ہے ان میں گوسائیں تیرتھ رام۔ ڈاکٹر گوگل چند نارنگ برنسپل دیوان چند سرسندر سنگھ مجھیٹیا۔ چوہدری سر شہاب الدین بخش رام رتن وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی میں ممتاز درجہ حاصل کرنے کے بعد تیرتھ رام نے اپنے پتا سے لاہور جا کر تعلیم حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ چونکہ پرلوار کے حالات اتنے اچھے نہ تھے۔ اس لئے گوسائیں ہیرانند نے اپنے بیٹے کو نوکری کر کے مدد دینے کی صلاح دی۔ مگر تیرتھ رام پڑھنے پر بضد تھا۔ چنانچہ وہ لاہور میں جا کر کالج میں



داخل ہو گیا۔ اپنی ناراضگی ظاہر کرنے کے لئے اس کے پٹے نہ صرف اسے خرچ دینا بند کر دیا۔ بلکہ اس کی بیوی کو ران کی شادی بچپن میں ہوئی تھی ابھی لاہور بھیجا۔ مگر سرسوتی کے اس ایسا سب نے ہمت نہ بھجوری اور تمام ہمت برداشت کیا۔ پڑھائی میں اسکی لگن کتنی تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک بار یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ رات کو پڑھنے کے لئے لمپ کا تیل لیا جائے یا اس وقت کا کھانا کھایا جائے۔ چنانچہ اس نے پڑھائی کو ترجیح دیکر بھوکا رہنے کا فیصلہ کیا۔ اپنے دھرم گورو بھگت دھنامل کو ایک خط میں اس طالب علم نے لکھا کہ تعلیم کا سارا خرچ کرنے کے بعد اس ماہ میرے پاس خوراک کے لئے صرف تین پیسے روزانہ بچے ہیں جن میں سے دو پیسے کی روٹی بن میں کھاتا ہوں اور ایک پیسہ کی رات میں کیونکہ دال کچھ زیادہ لے لیتا ہوں چونکہ ہوٹل والے نے دال کا استعمال زیادہ کرنے کی وجہ سے مجھے ایک پیسہ میں روٹی دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اس لئے میں نے ایک وقت ہی روٹی کھانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

گورنمنٹ کالج کے انگریز پرنسپل نے اس ہونہار نوجوان کی غیر معمولی قابلیت دیکھ کر اس کا نام آئی۔ سی۔ ایس کے امتحان کے لئے بھیجنے کی خواہش ظاہر کی جب تیرہ رام کو بت لگا تو پرنسپل صاحب کے قریب جا کر اس نے اس شفقت کے لئے شکریہ ادا کیا اور ڈیڑھ ہفتے کے بعد اس سے عرض کی۔ جناب آپ کی ہر بات کے لئے میں تہ دل سے شکر گزار ہوں مگر آپ کے اس شاگرد نے تعلیم اس غرض سے حاصل نہیں کی ہے کہ وہ اپنی فصل کچھ لوگوں کے ہاتھ فروخت کر دے۔ یہ تو عوام الناس میں مفت تقسیم کرنے کے لئے ہے۔

ریاضی میں خاص دلچسپی ہونے کی وجہ سے تیرہ رام کو پرنسپل امتحان میں بچس اور پندرہ روپے کے دو وظائف ملے اس رتھم سے بھی وہ اپنے آپ کو شاہ ماننے لگا اپنا خرچ چلانے کے ساتھ وہ بھگت دھنامل کو اور انکی وساطت سے پتا کو روپیہ بھیجتا اور حاجتمند طلبا کو بھی مالی امداد دیتا۔ بعد میں ٹیوشن کا کام کر کے بھی اس نے اپنی مشکلات پر عبور حاصل کیا۔ چنانچہ اس کے اپنے ہم عمر رائے بہادر رام سرنواس۔ سر سندر سنگھ جٹھیٹھیا کو پڑھانا شروع کر دیا۔ بی۔ اے امتحان اعلیٰ درجہ میں پاس کرنے کے بعد تیرہ رام نے ریاضی میں ایم۔ اے کا امتحان پاس کیا۔ کہتے ہیں کہ ریاضی کے پڑھنے میں متحمن نے تیرہ رام سے کوئی سے نو سوال حل کرنے کی ہدایت کی تھی مگر روشن دماغ تیرہ رام نے تمام سوال کر کے کوئی سے نو سوال دیکھنے کی درخواست کی۔ ایم۔ اے پاس کرنے کے بعد تیرہ رام سیالکوٹ کے ایک سکول میں ٹیچر بنے۔ اپنے مختصر قیام کے دوران میں ایک بار انہوں نے اشد ضرورت ہونے پر کسی سے دس روپے آٹھار لے انہوں نے نہ صرف وہ رقم ادائی بلکہ شکرانے کے طور پر کسی ماہ تک دس روپے ماہوار سے دیتے رہے اور اس کے اصرار پر بھی اس کی درخواست کو قبول نہ کیا۔ قریباً ایک سال سیالکوٹ رہ کر تیرہ رام لاہور کے مشن کالج میں ریاضی کے پروفیسر بن گئے مگر بلند یوں پر پرواز کرنے والا تیرہ رام کالج کے تنگ گھر سے میں عرصہ تک نہ رہ سکا۔ انہی دنوں سوامی وودیکا مندرجی لاہور میں تشریف فرما ہوئے۔ ان کے ایک بچوں کا انتظام اس وقت تیرہ رام نے کیا جو اس وقت سناٹن دھرم سبھا کے جنرل سیکرٹری تھے جب سوامی شکر اپنا رہ لاہور آیا تو تیرہ رام سنیاس لینے پر بضد ہو گیا اور کالج کو خیر باد کہہ کر تیرہ رام سے رام تیرہ بن گیا۔ دیوانی کے دن سنیاس لینے کے بعد اپنے پتا کو اپنے خناس سوامی جی نے لکھا۔



کل دیوالی تھی۔ رات کو میں نے بھی جوا کھیلنا اور وہ کھانا اپنے پرکھو کے ساتھ۔ اس میں میں ہار گیا۔ اور میں نے اپنا حق من سمجھی اُس کے ارپن کر دیا ہے۔ اب سے آپ کو جو بھی ضرورت ہو سیدھے میرے کھنگوان سے مانگیں کیونکہ میرا مالک وہ ہے۔“

آخر وہ دن بھی آگیا جب یہ نوجوان سنیا سی لاہور سے ہر دوار کے لئے چل پڑا۔ کہتے ہیں کہ انکی روانگی کا نظارہ نہایت دردناک تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں ان کے مدارح ایک بڑے مجلس کی شکل میں لاہور سٹیشن پر پہنچے۔ اور انکھوں میں آنسو بھر کر انہوں نے اپنے محبوب کو الوداع کہی۔ ہر دوار سے شیش کیش۔ بادی ناٹھ۔ کیدار ناٹھ وغیرہ تیرکھوں میں گھومتے اور تنہائی کی زندگی بسر کرنے سے سوامی رام تیرکھ کو حقیقی راحت حاصل ہوئی۔ ان دنوں ٹھہری گڑھ وال کے ہمارا جہ کپرتی شاہ کو یہ سنہ لگا کہ جاپان کی را جدھانی میں تمام مذاہب کی کانفرنس ہو رہی ہے۔ چنانچہ انہوں نے سوامی کو اور انکے چیلے نارائن سوامی کو وہاں جانے کے لئے راضی کر لیا۔ اور تمام خرچ جو برداشت کرنے کا ذمہ لے لیا۔ چنانچہ دونوں جاپان پہنچے۔ مگر وہاں جا کر یہ معلوم ہوا کہ کوئی کانفرنس نہیں ہو رہی ہے۔ لہذا سوامی جی نے جاپان کے کچھ شہروں میں جا کر لیکچر دیئے۔ ان میں سچھلن کارہسیہ (کامیابی کا راز) بڑا مشہور ہے۔

ایک دن جاپان سے امریکہ جانے والے ایک سمندری جہاز میں بھارت مانا کا یہ لال سوار ہو گیا۔ جب جہاز بندرگاہ میں لنگر ڈالا تو تمام مسافر اپنے اپنے احباب کے ساتھ جوں کو لینے آئے تھے چلے گئے۔ مگر یہ سنیا سی تختہ جہاز پر گھومتا دیکھا گیا۔ ایک امریکن نے اس سے پوچھا۔ آپ کا سامان کہاں ہے؟ جواب ملا یہی جو میں نے خود اٹھایا ہوا ہے۔ پھر سوال ہوا کیا آپ کے پاس روپیہ سی ہے؟ سوامی جی نے کہا کہ مجھے کسی روپے پیسہ کی ضرورت نہیں ہے حیرت زدہ امریکن نے پھر دریافت کیا کہ کیا اس ملک میں آپ کا کوئی رشتہ دار یا دوست رہتا ہے؟ جواب اثبات میں ملا۔ دریافت کیا وہ کون ہے اور کہاں ہے؟ سوامی جی نے مسکرا کر اپنا ہاتھ اُٹھایا۔ اور کہا کہ میرا وہ عزیز دوست یہ ہے۔ اس امریکن نے سوامی جی کی طرف دیکھا اور وہ اتنا متاثر ہوا کہ وہ فوراً اُن کو اپنے مکان پر لے گیا۔ اور بہت دن تک اپنے پاس رکھ کر ان کی سیوا کرنے کا فخر حاصل کیا۔

امریکہ میں اپنے قیام کے دوران سوامی جی نے حکمہ جگہ جاکر بھارت مانا کی عظمت اور روشنی پر کم کامرخیوں کو سندیش دیا۔ اُس وقت کے پریذیڈنٹ روز ویلٹ بھی ان کو بلنے آئے سوامی جی نے اُنکو ایک مہسلہ پیش کیا جس میں ہندوستان سے آنے والے طلباء کو مراعات دینے کی اپیل کی گئی تھی۔ سوامی جی نے ایک بائین میل کی لمبی دوڑیں بھی شرکت کی اور اول آئے۔ جب ان کو انعام پیش کیا گیا تو انہوں نے لینے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں بچہ ڈراما کے لئے نہیں کی تھی۔ ایک دفعہ اپنے اکلوتے بیٹے کی موت سے غمزدہ ایک نوجوان امریکن عورت سوامی جی کے پاس آئی۔ سوامی جی نے اُسے بہت تسلی دی اور اُن کو یہ صلاح دی کہ تم کسی عیشی گے پتہ کو گھر لے کر اس کی پرورش کرو اس نے ایسا ہی کیا اور عین راحت حاصل کی۔ ایک نہایت خوبصورت متمول امریکن عورت نے اپنا کرڈروں روپیہ کامرما یہ سوامی جی کو پیش کرنے کی خواہش ظاہر کی اور صرف یہ اجازت مانگی کہ وہ اپنا نام مہنر رام لکھ دیں۔ سوامی جی نے مسکرا کر کہا بھارت کے سنیا سی کی نظر میں اس دولت کی کوئی وقعت نہیں ہے۔



تخم مجھے ماں کے روپ میں اچھی لگتی ہو۔۔۔  
 امریکہ سے بھارت واپس آتے ہوئے سوامی جی نے مصر کی راہدہانی قاہرہ میں جا کر ایک مسجد میں ڈھائی گھنٹہ  
 کے قریب فادسی میں دھواں دھار تقریر کی جس کو سن کر سامعین از حد حلقوٹ ہوئے بھارت میں آکر سوامی جی نے بادیش میں  
 حاصل کردہ اپنے تجربے سے اپنے دیش واسیوں کو واقف کرایا۔ اور جگہ جگہ جا کر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ان کی محبت کا  
 دائرہ آب و سیر ہو گیا تھا اور خود اپنی امنگوں میں تمام دنیا کے باشندوں کو کھائے ہوئے تھے۔  
 ۱۹۰۹ء کو دیوالی کے دن جب سوامی رام تیرتھ نے اپنی مختصر زندگی کے ۳۲ سال پورے کئے تھے وہ اپنی بھونڈی کے  
 قریب ہتی بھرنگن ندی میں شہنشاہ کرنے کے لئے اترے اور اپنے سوتیلے کی تائید کی پرواہ نہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے گئے ایک  
 گرداب میں گھر جانے پر انہوں نے باہر نکلنے کی ناکام کوشش کی اور دیکھتے دیکھتے غائب ہو گئے۔  
 اس طرح کشمش کی زندگی بسر کر کے اپنے بلند عزم پر قائم رہنے والا بیروہانی ستارہ غروب ہو گیا۔

## بھگوان ہماویر اور دیوالی

دیوالی - ایک ایسا مقدس اور خوشیوں بھرا تہوار ہے کہ اس روز بھارت ورش میں جتنے بھی مت متاثر ہیں۔  
 ان سبھی کے یہاں پرشوں کا کسی نہ کسی روپ میں آج ہی تروان یا جہنم یا گیان دوس پڑتا ہے۔ بھگوان کرشن کا بھی دیوالی  
 سے سمبندھ بتایا جاتا ہے۔ اسی طرح ہمارے چین بھائیوں کے لئے بھی دیوالی ایک مقدس تہوار ہے۔  
 چین مت کے اہم کے مطابق بھگوان ہماویر کا نروان آج سے ڈھائی ہزار برس پہلے دیوالی ہی کی رات کو ہوا  
 تھا۔ چین مت کے پیروں کا روں کا عقیدہ ہے کہ بھگوان ہماویر کے سچے امٹل کے سمپت ہونے پر اٹھارہ دیشوں  
 کے راجاؤں نے رتنوں کا پرکاش کیا بعد میں وہ پرکاش ہر ایک راہہ کا رنگ کی اماوس کی رات کو ہر برس اپنے اپنے دیش  
 میں کرنے لگا۔ اور انت میں وہی پرکاش دیوالی کے روپ میں بدل گیا۔ جنہوں نے اسے لئے دیوالی کی تقدیس کی ایک اور  
 وجہ یہ ہے کہ جس رات کو بھگوان ہماویر کا نروان ہوا تھا۔ اسی رات کو بھگوان کے سب سے بڑے شہنشاہ شری اندر بھوتی  
 جی گوتم کو برہم گیان پراپت ہوا تھا۔ اس گیان سے دنیا کی ہر چیز کو پوری طرح جانا جا سکتا تھا۔  
 آج دیوالی کے روز جب ہم سینہ اور آہنسا کے علمبردار بھگوان ہماویر کے جیون کو یاد کرتے ہیں تو ان کا یہ امر  
 اپدیش ہمارے سامنے آتا ہے کہ جب تک انسان اپنا جی سدبار نہیں کرتا تب تک نہ وہ لوک اور سنسار کو جان سکتا  
 ہے نہ ہی اس کا کلیان کر سکتا ہے۔ بھگوان ہماویر کا اپدیش ہے کہ جو انسان خود پرست ہو گا وہ راشٹر کا کلیان کیسے کرے گا  
 بھگوان ہماویر نے ہمیں جو شمع ہدایت دکھائی تھی۔ اس کا پیغام یہ تھا کہ انسان کو آزاد اور نیک بننا چاہیے۔ ہر



انسان اپنے مستقبل کا خود معمار ہے اسے اپنی اندرونی دلوں کا جائزہ لے کر یہ جانا چاہئے کہ وہ کیا ہے اور اسے کیا کرنا ہے۔

بھگوان ہما ویر کا قول تھا کہ انسانی جسم کا حصول ہی اس کی پہنچ دی کا بُنیادی راستہ ہے۔ انسانی جسم بنانے کے بعد اتم شکتی کو چلے دار کیا جائے۔ "بھگوان ہما ویر نے جیو اور جیوے کرو" کا اصول آج سے ۲۵ ہزار برس پہلے مرتب کیا تھا۔ وہ دوسرے لوگوں کو نہ صرف زندہ رہنے کا حق دیتے تھے بلکہ اس بات کی بھی تلقین کرتے تھے کہ دوسروں کو خوشحال اور آسودہ بنانے کی ہر وقت کوشش کی جائے۔

بھگوان ہما ویر کے نزدیک انسانی زندگی کا سب سے بڑا کام اتم روپ کو جاننا ہے۔ منش کی اتمہا ہی درشن اور گیان کا خزانہ ہے۔ اپنے اتم بل کو جو کامل سکھ حاصل کیا جاسکتا ہے جب شریعت ختم ہو جائے تو بھی اتم زندہ رہیگی صرف اندریوں کے سکھ کو ہی سچا سکھ نہیں کہا جاسکتا۔

بھگوان ہما ویر کا ارشاد تھا کہ اندریوں کے سکھ کو ہی سبب سکھ نہ جان لو۔ یہ سکھ چند گھڑیوں کے لئے عارضی سکھ ہے شریعت نہیں توکل مٹ جائے گا۔ انسان کی اندرونی اتمہا خود اس بات کو بخوبی جانتی ہے کہ عارضی سکھ کا اثر زیادہ دیر تک نہیں رہتا۔ درحقیقت ہمارا جسم اتمہا کے سفر کے لئے ایک گاڑی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جو انسان اندریوں کے سکھ کا غلام بن جاتا ہے۔ وہ اپنے جسم کو ان کا غلام بن دیتا ہے۔ اور اس طرح کا سکھ بھو گئے کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔

درحقیقت انسان کی اتمہا امر ہے۔ اتمہا کا بل اتمہا کا گیان، اتمہا کا درشن اور اتمہا کا سکھ ہی ہمیشہ قائم رہنے والی چیزیں ہیں انسان کی عظمت اس کی اتمہا میں چھپی ہوئی ہے۔ اس لئے انسان پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو عیش عشرت کا غلام نہ بنا دے۔

چھاتر و ادھیاپکوں کی اور سے دوکر وارشاک  
اتسوپر

شبہ کامتا

پاپولر کالج

38/ ڈبل سٹوری اشوک نگر۔ نئی دہلی

میرک۔ پریپ۔ ہائر سیکنڈری۔ بی۔ اے۔ انٹر  
یو۔ پی کا سکھشا کیتار

نئے نئے فیشنوں کے سبھی طرح کے پارچاٹ حاصل  
کرنے کے لئے

ایل۔ اے۔ بی۔ بلاکھادوس  
سنٹرل مارکیٹ۔ تھاکر پور  
نئی دہلی



# جس کو کہتے ہیں لوگ دیوالی

(اکمل جالندھری)

جس کو کہتے ہیں لوگ دیوالی وہ ستاروں کی ایک محفل ہے  
دیپ روشن ہیں کیا مندریوں پر ماہ پاروں کی ایک محفل ہے

آج دھرتی کے چپے چپے پر کون رشک شہاب اُترا ہے  
رنگ پر ہے تجلیوں کا ہجوم فرش پر ناہتاب اُترا ہے

بام در پر ہے روشنی طاری رات پر ہو رہا ہے دن کا گمان  
بقعہ نور بن گئی دنیا تیرگی کا نہیں ہے نام و نشان

غافل صحن بے نقاب ہے آج دلنشین عالم شباب ہوا  
جلکہ گاتے ہیں خاک کے ذرے یعنی ہر ذرہ آفتاب ہوا

رہ گئی رنگ و نور میں ڈھل کر کیف زابزم رنگ نور بھٹی  
آج کی رات کیا کہیں اکمل ایک موج ہے سرور مٹھی

نوٹ :- اس جگہ رسالہ اوم کا سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر :- ۱۳۱ روپے کے مقرر ہے۔ اردو وی بی منگوانے پر ڈال دیا  
روپے ہے۔ اسلئے ہم ہر اوم کے خریداری کی سہولتیں نوید دی کر بیٹے کہ وہ اس ڈیڑھ روپے کے ذمہ فرج سے بچنے  
کیلئے مبلغ تیرہ روپے بذریعہ منی آرڈر اسی ماہ کے اندر بھجوا دیں۔ منی آرڈر کسی ذاتی نام پر ارسال نہ کریں۔ بلکہ صرف  
رسالہ اوم جہیری گریٹ دہلی کے نام پر ارسال کریں۔ منی آرڈر کو پینا خریداری نمبر اور پورا پتہ نو خط حروف میں  
لکھیں۔ اگر خریداری نمبر یاد نہ ہو تو یہ لکھنا ہرگز نہ بھولیں :- کہ میں پرانا خریداری نمبر :- اور اگر آپ نئے خریداری ہیں تو یہ  
ضرور لکھئے۔ کہ میں نیا خریداری ہوں۔ چندہ :- ۳۰ نومبر ۱۹۶۰ء تک بھیجنے کی گریا کریں۔ تاکہ سالانہ  
اُپاسنا انک کے ڈیسچ کی تاریخ سے پیشتر ہمیں مل سکے۔



اوم

اوم

اوم

# وچار دھارا

راز قلم - حکیم ریلداس مہنڈا

بھونڈ اور بھونڈا = بھونڈ اور بھونڈ ہمشکل ہوتے ہیں۔ کالے سیاہ انھات بانس کا لے۔ رنگ دونوں ایک  
مگر کن جڑا۔ بھونڈا بھولوں میں رہتا ہے۔ گفتگو میں گھومتا ہے۔ بھونڈ گندی جگہ پر رہتا ہے۔ بد پورا ستھان میں بھونڈا  
رہتا ہے۔ کھتا ہے۔ مختصر میں بھونڈ کی دوستی ہوگئی۔ بھونڈ نے بھونڈے کو دوست دیا اور بھونڈے نے بھونڈا کو گایا۔  
دیکھا گندی جگہ۔ بدلو سے دماغ بھٹنے لگا۔ بولا۔ دوست میں یہاں نہیں رہ سکتا۔ بھونڈا دھڑکندہ پتہ یہ کہہ کر بھونڈا واپس  
لوٹا۔ اور اتنے وقت اپنے متر بھونڈ کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ دوسرے دن بھونڈ بارغ میں گیا۔ دیکھا بھونڈا ایک بھول  
پر بیٹھا خوشبو کا آئندہ لے رہا ہے۔ بھونڈ کو یاد دیکھ کر بھونڈا خوش ہوا۔ ایک اور بھول پر بھونڈ کو بٹھا دیا۔ ویسے تو بارغ میں آئے  
ہی بھونڈ کے دماغ خوشبو کا آئندہ لینے لگا۔ ہر طرف بھونڈی خوشبو کی لپٹیں جو آپری لپٹیں اب بھول پر بیٹھ کر تو اسے اور  
ہی آئندہ پر اپت ہوا۔ یہ بات تو ناظرین جان گئے۔ کہ بھونڈ نے بھونڈے کی خدمت اس طرح کی۔ اور بھونڈے نے کس طرح ہا  
در حقیقت یہ کتنا سست سنگ کی ہمایا رہے جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ گندی جگہ میں رہنے والا بھونڈ بھونڈے کی سنگت سے  
بھونڈے سے بھی پہلے سو رنگ دھام پھونچ جاتا ہے۔ جو کہ بھونڈا اپنی زبان سے بھونڈے کا حذب ہلا کرتے تو وقت سو رنگ میں جاتے  
وقت کہتا ہے۔

نیر تو لھتی کھتا۔ اب اس کھتا سے آپریشن یہ ملتا ہے۔ کہ ایک جگہ اسو یا سست سنگی انسان کو کسی بھی ایسے شخص کے پاس  
بیٹھنے سے پرہیز واجب ہے۔ کہ جو کوئی ہو یا جو یا اس غلامان جو کوئی نہ ایسے شخص کے پاس جاتے ہو وہ وہی کچھ شہا اپنی زبان سے سست  
سنگی یا جگہ اسو سٹائے گا کہ جو اس کے اندر ہونگی یعنی دنیا داری کے یا جو بے دھاروں کے کیونکہ جو کچھ جس کے پاس رہتا ہے۔ وہی  
اپنے جہان کو وہ ہی کچھ ہی تو پیش کر سکتا ہے۔ جس طرح بھونڈ کے پاس گندی گئی۔ اور اس نے گندی سے ہی اپنے دوست بھونڈے  
کی جہان فوری کی۔ اسی طرح بڑے خیالات والا انسان اپنے دوست خود وہ کیسا ہی حیا۔ کیوں نہ ہو بڑے خیالات سے بہان  
فوری کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نیک جگہ اسو۔ ان بڑے خیالات میں سنگداس طرح بے قرار ہوگا۔ جس طرح خوشبو میں رہنے والا بھونڈ  
بھونڈ کی بدبو سے پس جس جگہ اسو۔ سا دھاک سست سنگی۔ اور ایشو بھگت کو اپنی زندگی کا مقصد قرار کرتا ہے۔ تو اسے چاہیے کہ وہ  
کسی بھی خوشگئی اور بڑے چاری کی سنگت نہ کرے۔ جہاں تک ہو سکے انکی سنگت سے پرہیز کرے۔ ورنہ انکے بھونڈ اور میر کم سے چمکے  
ہوئے دل دماغ میں بڑے دھاروں کی ایسی بدبو چھیں مادی کی۔ کہ جہاں کے نتیجے میں وہ نہ تو اس دنیا میں کبھی جیون بسر کر سکے گا۔  
اور نہ میر لوک میں۔

چمکا ڈر۔ یا آلو۔ چمکا ڈر۔ اور آلو۔ کہتے ہیں۔ ان کو دن میں کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ حتیٰ کہ سورج تک بھی نظر نہیں آتا۔



کسی نے آواز سے کہا۔ کہ دیکھ تو یہی بھگوان کی سرشتی کیسی سُندر ہے۔ اور اس سُندر سرشتی میں سورج و چاند کی طرح  
پرکاش کر کے دروازے سے بھگوان کی کارگیری پرکٹ کر رہا ہے۔ آلو دلا۔ غلط۔ بالکل غلط۔ اگر سورج چمکتا۔ اور بھگوان  
کی سرشتی اتنی سُندر ہوتی۔ تو کیا مجھے نظر نہ آتی۔ مجھے دکھائی نہ دیتی۔ نہیں بالکل نہیں۔ نہ تو کہیں سورج ہے۔ اور نہ ہی کہیں  
بھگوان کی سُندر سرشتی۔ سب اندھکار ہی اندھکار ہے۔ مطلب یہ کہ بھگوان کی اس سرشتی میں سورج سب سے زیادہ پرکاشمان  
ہوتی ہے۔ مگر آواز کے لئے نہیں۔

یہی حالت ہے ان لوگوں کی۔ کہ جن کے دل کی آنکھ بند ہے۔ ہر چار دانہ شخص بھگوان کو سرو دیا پاک کہتا ہے۔ لیکن  
سرو دیا پاک کہتے کہتے بھی اس کے درشن کی اچھا رکھتا ہے۔ یعنی وہ زبان سے تو سرو دیا پاک کہتا ہے۔ مگر من سے یقین نہیں  
رکھتا۔ دوسرے الفاظ میں اس کے من کی یقین دہانی آنکھ بند ہے۔ جسکی وجہ سے وہ بھگوان کو سرو دیا پاک کہتے ہوئے بھی اسے دیکھ  
نہیں پاتا۔ حقیقت بھگوان سے زیادہ پرکش اور کوئی بھی مستحق اس سندسار میں نہیں ہے۔ سب سے اُساں بھگوت درشن  
ہے۔ اور سب سے کھن بھی بھگوت درشن۔ یعنی جس نے پورا یقین کر لیا۔ کہ ہر ذرہ بھگوان کا سروپ ہے گویا اس کے دل کی  
آنکھ کھلی ہوئی ہے۔ وہ ہر وقت بھگوان کے درشن کرتا رہتا ہے۔ لیکن جس نے صرف زبان سے تو کہہ دیا۔ کہ بھگوان سرو دیا پاک ہے  
مگر اس بات کا یقین نہیں ہے۔ اس کے لئے یہ کام اتنا کھن ہے کہ شاید کئی جنموں میں بھی پورا نہ ہو پاوے پس تلاش کی نہیں۔  
بلکہ ہیمن کی ضرورت ہے۔ اور کچھ نہیں۔

ارجن اور درپودھن ہما بھارت کی کھتا ہے۔ کہ جب کو رو اور پاندوؤں کا بیڑہ ہونے لگا۔ تو ارجن اور درپودھن دونو  
بھگوان کرشن کے پاس امداد حاصل کرنے کی غرض سے گئے۔ اس وقت بھگوان اکرام فرمایا ہے  
تھے۔ ارجن بھگوان کے پاؤں کی طرف اور درپودھن سر کی طرف بیٹھ جاتے ہیں۔ جب بھگوان کی آنکھ کھلی تو انکی نظر پہلے ارجن  
پر پڑی (کیونکہ درپاؤں کی طرف سامنے بیٹھا تھا) اور خیر خیریت پوچھی۔ اتنے میں درپودھن بھی اُٹھ کر سامنے آگیا۔ اور ہنسکاری  
بھگوان نے دونو سے اس نے کا سبب دریافت فرمایا۔ تو دونوں نے ایک ہی مدعا ظاہر کیا۔ یعنی جنگ میں امداد بھگوان نے  
دونو کا مدد عائن کر جواب دیا۔ کہ میں دونوں کی امداد کرونگا۔ اور وہ اس طرح کہ ایک طرف اکیلا میں خود رہوں گا۔ اور دوسری طرف  
میری تمام فوج۔ اور چونکہ میری نگاہ پہلے ارجن پر پڑی ہے اس لئے ان دونوں میں سے کسی ایک کو چن لینے کا ادھیکار ارجن کو  
ہے۔ یہ فیصلہ سن کر ارجن نے کہا۔ کہ بھگوان مجھے تو صرف آپ ہی چاہئیں مجھے ایک فوج کی ضرورت نہیں۔ آپ اپنی فوج  
دیگر لے شک درپودھن کو خریدیں۔ اذھر درپودھن کی یہی خواہش تھی۔ وہ اپنے من میں سوچ رہا تھا کہ اکیسے بھگوان بھلا کی کر سکیں گے  
مجھے تو انکی ساری فوج ہی مل جائے۔ تو بس کام بن جائے گا۔ اور میری فوج یقینی ہے چیتا چن ان دونوں کی خواہش کو مد نظر رکھتے ہوئے  
بھگوان نے اپنی ساری فوج درپودھن کو دیدی اور خود ارجن کے ساتھ رہے۔ بلکہ شرمناک رہا۔ اور انجام کار فوج پاندوؤں کی  
ہی ہوئی۔ کہ جن کے ہندو گار خد بھگوان تھے۔ اور درپودھن وغیرہ گوروؤں کو شکست فاش ہوئی۔ بھگوان کے سُدرشن چکر سے گوروؤں  
کی نیز بھگوان کرشن کی تمام فوج بیکھ میں کام آئی۔ ۔۔۔

یہ تو کھتی ہما بھارت کی ایک مختصر سی کھتا۔ اب اس کھتا پر وچار دھا را یہ ہے۔ کہ انسان اپنے جیون بیکھ میں یہ وچار کرے۔



کہ اس کامن ارجن کا پارٹ ادا کر رہا ہے یا درپودھن کا۔ ہر شخص جس کے اندر کھڑی سی بھی وجہ شکنتی ہے۔ وہ اپنے اندر  
 جھانک کے اپنے آپ سے دریافت کر سکتا ہے کہ میں ادھن ہوں یا درپودھن۔ اگر تو انسان اس جیون سنگرام میں جھگوان سے جھگوان  
 کو مانگتا ہے تب تو یہ ارجن ہے اور اگر یہ جھگوان جھگوان کی باقی شکنتیاں (نوج) دھن دولت شکنتی پر پور۔ وغیرہ مانگتا ہے  
 تو یہ درپودھن ہے۔ اور ایسا شخص جھگوان سے یہ شکنتیاں پا کر مغرور بن جاتا ہے اور اپنے آپ کو ایک طاقتور شخصیت خیال کرتا ہو  
 اپنے من میں یہ ابھیمان رکھتا ہے کہ اب مجھے کون جیت سکتا ہے۔ ایسا مغرور انسان اس بات کو بھول جاتا ہے کہ جب درپودھن کے پاس  
 جیشتم پتہ درو ناچار یہ کرن شکنتی۔ آتہ تھا مہاں جیدرہ وغیرہ بلوان ہوتے ہوئے بھی وہ جنگ نہ جیت پایا۔ بلکہ یہ سب  
 ہمالوان جھگوان سے شکست کھا گئے تو اس کی یہ دنیاوی طاقتیں جو اس نے جھگوان سے مانگ لی ہیں، اسے جیون سنگرام میں کہاں  
 بچا سکیں گی؟ ایک دنیا دار انسان۔ اپنے دھن۔ دولت۔ حکومت۔ زمینداری دنیا پر پور۔ بل۔ وغیرہ کو اپنے لئے اس طرح  
 اور مددگار مانتا ہے کہ جس طرح درپودھن جیشتم پتہ آدمی کو مانتا تھا۔ دنیا دار انسان ان فانی چیزوں پر اس قدر بھروسہ رکھتا ہے کہ  
 وہ بعض اوقات درپودھن کی طرح جھگوان سے بھی بے مکھ ہو جاتا ہے لیکن وقت آتا ہے کہ جب اس مغرور انسان کے دیکھتے  
 دیکھتے اس کی آنکھوں کے سامنے اس کی تمام شکنتیاں اس طرح ناش ہونے لگتی ہیں کہ جس طرح درپودھن کے سامنے اُس کے ہا  
 بلوان پر پھوی پر دم توڑتے دیکھے گئے۔ تو کیا انسان کو جائز ہے کہ (اس کھٹا کی روشنی میں) وہ جھگوان سے جھگوان کی نوج مانگے۔  
 ارتھات۔ فانی پدارتھوں کی اچھا کرے؟ نہیں۔ بالکل نہیں۔ یہ کھتا ہمیں یہ اُپدیش دیتی ہے۔ انسان جھگوان پر پورا بھروسہ رکھے  
 اور اُن سے اُن کو مانگے جب جھگوان اس کے ساتھ ہے تو اُسے اور کسی بھی شکنتی کی ضرورت نہیں۔ بلکہ جھگوان اُس کی تمام  
 مخالف شکنتیوں کو ختم کر کے اپنے مانگنے والے کی سہائت کر نیگے۔ جھگوان ہمیں نیک بدھی بخشیں۔ کہ ہم اس جیون سنگرام میں  
 جھگوان کے پاس اُن کے چروں میں بیٹھ کر (مترنا اختیار کر کے) جھگوان سے جھگوان کو (ارجن کی طرح) مانگیں اور  
 جھگوان کے سر کی طرف (درپودھن کی طرح) ارتھات غور کر کے ناشمان پدارتھ مانگنے سے گریز کریں۔ ایسا کرنے سے  
 ہی ہمیں جیون سنگرام میں سچھاتا پراپت ہوگی۔۔

## ڈاکٹر اور کمپونڈر کی ضرورت

شری جھگوان ٹرسٹ دھرم ارتھ اوشدھیا لبریری شش کیش کیلئے ایک ریٹائٹڈ ڈاکٹر کی ضرورت ہے جو کہ آنکھوں  
 کے آپریشن وغیرہ کا ماہر ہو۔ نیز کمپونڈر کی بھی ضرورت ہے جو اس لائن میں تجربہ کار ہو خواہ حسب لیاقت  
 اور تجربہ۔ درخواست ذیل پتہ پر ارسال کریں۔

پیر دھان ادھیکش۔ شری جھگوان ٹرسٹ کمپیٹی رجسٹرڈ

جھگوان بھون۔ ریلوے روڈ۔ رشی کیش ضلع ڈیرہ دون (گوبی)



برہم پوجی سوامی گوہند آئندہ جی ہمارا جی کی پتر سرتی میں جھکوان جھون کشی کیش میں ارشاد تہو مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۷۷ء کو منعقد ہوا

# سنت سنک سمن

قسط نمبر ۵

گزشتہ سے چوتھ

(از قلم پروفیسر نند لال جی ایم اے)

برہم پوجی سوامی گوہند آئندہ جی حقیقی رتن جھکوان جھون سنت سنک کشی کیش جی کے لیکچر کا خلاصہ۔  
سمراج کا کلیان سادھو کے ہاتھ میں ہے۔ سچا سنت اور سادھو سراج کا گورو ہے جس نے  
اس راز کو سمجھ لیا وہی جیون مارگ کو دکھائی بنا سکا اور وہی سراج اُنتی کے شکھر پر پہنچ سکا۔

بقول۔

سنت جنوں سے ہی سمسار کا کلیان ہوتا ہے  
سنت ہی میں کایا پرواہ بدل دیتے ہیں  
سنت جنوں کی کریا سے اتم درشتی پراپت ہوتی ہے۔ درے درے میں نور خدا نظر آتا ہے۔ اپنے سے  
بھن کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

بقول۔

جو کچھ نظر آتا ہے سب کچھ خدا ہے  
جس رحمت سے یہ نظر نصیب ہوتی ہے  
برہم پوجی سوامی گوہند آئندہ جی ہمارا جی ایسے ہی تہ ویتا جہان پرش ہتے جہنوں نے اپنے سمیک  
میں آنے والے جگیا سوا جنوں کو برہم درشتی پران کی اور ان کے جیون کو کرتیہ کرتیہ کر دیا اور آج بھلی آئنا  
اپدیش پاک پاک پر ہماری رہنمائی کر رہا ہے۔

برہم پوجی جہا تھا اروند جی ہمارا جی۔ کا سار سدھانت۔

جیون جیوتی کو پر جوت کرنا ہی مانو کا برہم کر تو رہے ہیں۔ جو ایسا کر پاتا ہے وہی اپنے جیون کو دکھائی  
بنالیتا ہے۔ وہ سمسار میں سب کچھ کرتا ہوا اپنے کاریہ کو ناٹاک کے پارٹ کے سمان سمجھتا ہے سمسار کی  
رکاوٹیں اس کا کچھ بھی نہیں دگاڑ سکتیں وہ اپنی جیون یا ترا کو پورا کر کے سمسار سے مخرم ہو کر جاتا ہے۔

ریویو روحانی کرشمہ یہ یکتک پنڈت ستیتہ پال جی عارف بی اے۔ انرز ایل ایل بی کی تصنیف  
جو کہ بھارہ رواج دھرم ارتھ ٹرسٹ جالندھر نے شائع کی ہے۔ یکتک



۱۷۶ صفحہ انت پر مشتمل ہے۔ اعلیٰ سفید کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب ہے ٹائٹل پرافونکار مٹی چھپا ہوا ہے جو کہ یوگی اور دھیان پرشوں کا اشت ہے۔ اوکار کی کرنیں چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ نیچے ہاتھی۔ گتہ۔ گائے۔ پنڈت۔ اور چاندل کی تصویر دیگر گیتا کے ایک مشہور شلوک کا اردو میں ترجمہ کیا ہے جس کو ہمارے تمام تہذیب و سائنس دانوں کا سارا اور ہندو دھرم کی وراثت کا پرنیاب سمجھا جاتا ہے۔

ہاتھی۔ گتہ۔ گائے۔ پنڈت۔ چاندل۔ ایک سب کو سمجھنا ہے حال پر تین گیتا کی کو وہ سب ہی ایک سے ہر سب میں نظر آئے جسے

اس بُستک میں تقریباً یکصد نظمیں شائع کی گئی ہیں جو کہ روحانیت اور وشنو پریم سے لبریز ہیں۔ ان کے چند عنوانات ملاحظہ ہوں۔

پراکھنا۔ دھوکا نظر کا۔ بھگوان کی مہما۔ وشنو پریم۔ برہم درشن۔ بہو روپیا بھگوان۔ بھگوان اور انسان۔ سب کا بھلا۔ دیا کے بھندار بھگوان۔ سب کی میں۔ انتم درشن۔ سنتوں کے شکنجے۔ بھگوان کا جسم خوش رہو۔ نشکام کرم۔ پرار بد کرم۔ پیار کا جادو۔ میں کیا۔ رام۔ برہم گیتا کی کے شکنجے۔ پرچھو درشن۔ گیتا امرت۔ ادھائے دو شلوک ۷۶۔ وشنو ترناک۔ وشنو آرتی۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس کتاب کے دیباچہ میں ہی مصنف کے حقیقی جذبات پر گٹھ جو جاتے ہیں۔ ناظرین پڑھیں۔ خود لاکھ اٹھا دیں اور اس بُستک کی پانچ پانچ دس دس لپکیں رسالہ اوم دہلی کے دفتر سے منگوا کر دھرم پرچار کے لئے مفت تقسیم کریں۔ دیباچہ ملاحظہ ہو۔

مجھے شوق بچپن سے ہی یہ ہے  
میرے دل میں تھا یہ خیال اکثر آتا  
کوئی آسکو شکر کہے کوئی اللہ  
اُسی کو ہی ایشور کوئی کہہ رہا ہے  
کئی بار میں سلئے سوچتا تھا  
خدا ہی نے جب ساری خلقت بنائی  
ہے کیوں ہر طرف ہی نظر آتی آج بھی  
خیال اب بھی ہیں ایسے جب دلیں آتے  
ہیں کیوں ہم نہیں میلے مل کے رہتے  
ہے کیوں جذبہ نفرت کا ہم دور کر دیں  
میں جذبات وہ ہی بیاں کر رہا ہوں  
نہ بھولوں یہ کھو کو جو سب کا تپا ہے  
کہ ہے سارے عالم کا ہی اک ودھاتا  
کسی نے خدا رکھ لیا نام اُس کا  
مگر اُس کے گن ہر کوئی کا رہا ہے  
ہے دنیا میں جب ہر بشر ایک جیسا  
نہیں کیوں سمجھتے ہیں ہم سب کو بھائی  
ہے کیوں آدمی آدمی کا ہی دشمن  
بھڑک اٹھتے جذبات ہیں میرے دل کے  
ہے کیوں ہنگ اٹھتا ہوں اس جہاں سے  
نہ کیوں ساری دنیا کو گھراپنا سمجھیں  
انہیں آج انہوں میں میں بھر رہا ہوں



میرے ٹوٹے پھوٹے نہ لفظوں پر جانا  
مجھے شعر کہنے کا دعویٰ نہیں ہے  
نظر آلو! میں نقص ان میں جو بھی  
جو ہے اصل میں کیفیت میرے دل کی  
انہیں پڑھ کے آگ بھائی بھی یا بہن کے  
سدا یاد رکھوں میں مالک کو اپنے  
سدا سبھوں میں سب کو ہی اپنا بھائی  
تو سمجھو نہ گنا محنت سبھل ہو گئی ہے  
نہ بندش پہ ہی اپنے دل کو لگانا  
نہیں جانتائیں کہ ہے شعر کیا شے  
میں اُنکے لئے مانگتا ہوں معافی  
سمجھنے کی کر لیتا کوشش ذرا بھی  
اگر دل میں کچھ روشنی ایسی چمکے  
ہیں دیں اُن گہشت نمیتیں ہلو چس نے  
میرا شفیق ہو کرنا سب سے بھلائی  
کسی نے تو پالی جو میں نے بھی ہے

دُعا ہے نکلتی میرے دل سے اب بھی  
کہ دنیا میں سب کا بھلا ہو سدا ہی

ستتیب پال بھارو وراج

روحانی کرنیں قیمت صرف دو روپے علاوہ محصول ڈاک 35/ کہ روپیہ - بیلنے کا پتہ -  
دفتر رسالہ اوم اندرون بازار اجیری گیٹ دہلی

اوم

## سنت سنگ کی مہما

اوم

انڈینٹ کالیداس جی اپڈیشک سنان دھرم مندر مالویہ نگر نئی دہلی

نات سوگ آپ ورگ سکھ دھریے تالا اک ناگ  
تو نے ناتا ہی سکل ملی جو سکھ نہ سنت سنگ  
شری شری شری  
مندر کاندھ دوپا

شری ہنومان جی اور شری لنگنی کی وار تالاپ میں لنگنی نے ریشید کہے ابھی کچھ ہی دیر پہلے وہی لنگنی شری ہنومان  
جی کو کھانے کے لئے کہہ رہی تھی۔

جائیں نہیں مرم شہہ مورا - مور آہار جہاں لاگ چورا  
رام بھگت کے سنگ کا پر بھاد دیکھئے کہ مٹا لگتے ہی اس کے وکار کا ناس ہو گیا۔ وہ اپنا رکھشی سو بھاد دھپور کر  
نہر تا بھاد سے پر بھو کا سمرن کوئی ہوئی مندرم بالا پید شلوک میں سنت سنگ کی مہما کا وزن کرتے ہوئے سنت سنگ کو



سورگ اور مکتی سے بھی اذہک بتایا۔

لکنی کہتی ہے کہ = بے تات سورگ اور اپورگ جو موش ہے۔ یہ سب سکھ اگر ترازو کے ایک پلڑے پر رکھے جاویں اور کتنے ماتر کے سنت سنائے تو ترازو کے پلڑے پر رکھ کر تواجاوے تو سنت سنگ ہی پلڑا بھاری ہوگا۔ پورب میمانسا کے اوسار اگر کیجیے۔ تب اور دان آدمی کرم شناستر و دھی اوسار نہرو گھن سماپت ہو جاویں۔ تو وقت پاکر ان کے پھیل سو روپ سورگ کی پراپتی ہوتی ہے لیکن جس سورگ کی جہا شناستر کاروں نے لوگوں کو بٹھ مارگ میں لگانے کیلئے گائی ہے۔ اس سورگ میں دوش بھی بتائے ہیں۔ سورگ میں تین دوش ہیں۔ پہلا - کھے - یعنی ناش - دوسرا ایرشا - یعنی حسد - تیسرا پتن - پہلا دوش کھے ہے جس شجہ کرم سے جو سورگ میں گیا ہے وہ دن پرتی دن کم ہوتا جاتا ہے دوسرا دوش ایرشا یعنی حسد ہے۔ وہاں بھی اپنے سے زیادہ پرتاپ شالی کو دیکھ کر حسد کرتا ہے کیونکہ شجہ کرموں کے کم و بیش ہونے کے کارن سورگ میں بھی یکساں استھان پر اپنت نہیں ہوتا۔ کسی کو زیادہ شجہ ملتے ہیں۔ اور کسی کو کم۔ کسی کو وہاں بھی ابھی پدوی ملتی ہے۔ اور کسی کو چھوٹی۔ اس لئے وہاں بھی اپنے سے بڑے کو دیکھ کر حسد یعنی ایرشا پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی پر کار دیوینی میں اونچی اور نیچی پدوی کرم کے اوسار ہی ہوتی ہے چھوٹے پدوالے اپنے سے بڑے پدوالے سے حسد اور بغض کرتے ہیں۔

تیسرا دوش پتن ہے۔ سورگ میں رہنے والوں کے جب منہ کرم سماپت ہو جاتے ہیں تو ان کو وہاں سے گرا دیا جاتا ہے اور وہ پھر دوبارہ اس کرم بھوجی پر جنم لیتے ہیں۔ اس لئے سورگ میں ہر ایک کو وہاں سے گرنے کا ڈر اور خوف لگا رہتا ہے۔ چنانچہ ہندو دھرم شناستر سورگ کے دوش بتا کر منش کو چٹاونی دیتے ہیں کہ اے جو! جن سکام کرموں کے کرنے سے تم سورگ کی اچھا کر رہے ہو۔ وہ سورگ بھی کھانڈ میں لپٹی ہوئی زہر ہی ہے۔ سورگ کے بھوک بھی ان سنسادی بھوکوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ جیسے یہاں کے بھوکوں کا پرنام سراسر دکھ ہی دکھ ہے۔ ویسے ہی سورگ کے سکھ بھی ناش وان ہونے سے دکھ روپ ہی ہیں۔ اس لئے شناستر و دھی اوسار سکام کرموں کی بجائے نشکام کرم ہی کر۔ تاکہ تمہارا انتہ کون شدہ ہو۔ اور تم جہا تاملوگوں کے سنت سنگ سے لکھ اٹھا سکو۔ جہا پرشوں کا سنت سنگ کوٹ اپرا دھوں کا ناش کرنے والا ہے۔ جیسا کہ تلخی دس جی نے فرمایا ہے۔

ایک گھڑی ادھی گھڑی۔ ادھی سے پرن آدمی پتنسی سنگت سادھ کی کئے کوٹ اپرا دھ بھگوان شنکر پارتی جی کو کہتے ہیں۔ کہ اے پارتی۔ سوبات کی ایک بات نہیں کہے دیتا ہوں۔ میرا اپنا ذاتی انو بھو تو یہی ہے۔ کہ -

اماں کہوں میں انو بھو اپنا سیت ہری بھجن جگت سب سینا۔  
اب سنت جہا تراؤں کا انو بھو سینے۔ سنت فرماتے ہیں۔  
سنت سنگت مد سنگل مولا۔  
شہد شہر سنت سنگت پانی۔



ست سنگ سب منگلوں (آمنڈا اور خوشیوں) کی جڑ ہے۔ اور جتنے بھی پر مار رکھ کے سادھن ہیں۔ وہ سب گویا پھول ہیں پھول کے بعد ہی پھل لگتا ہے۔ اور وہ ست سنگ ہی ہے۔ گویا ست سنگ کی پراپتی بڑے بڑے پنوں کا پھل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بڑے بھاگیہ مانس تن پا اور یعنی منش شری کی پراپتی بھی بڑے پنوں کا پھل ہے۔ لیکن ست سنگ کا ملنا بھی بڑے پنوں کا پھل ہے۔ جیسے کہا بھی ہے۔ بڑے بھاگ پائرب ست سنگا یعنی ست سنگ بھی تب ملتا ہے۔ جب منش کے بڑے بھاگیہ (اچھی قسمت) اُدے ہوتے ہیں۔ شٹھ منش بھی ہمارشوں کے سنگ سے سدھر جاتے ہیں۔ جیسے پارس منی کے سپرش کرنے سے لوہا سونا بن جاتا ہے۔

پارس میں اور سنت میں بڑو اترو جان لوہے کو سونا کرے سنت کریں آپ کا کان پارس تو لوہے کو سونا (کچن) بنانے کی سمرکھ رکھتا ہے۔ اپنے جیسا پارس نہیں بنا سکتا۔ لیکن ہمارشوں کی سنگت سے بالیک جیسا ڈاکو بھی ہماران پدوی کو پراپت ہو جاتا ہے۔ گویا ہمارا لوگ ست سنگیوں کو اپنے جیسا ہمارا ہی بنا دیتے ہیں۔

سنت تلسی داس جی ست سنگ کی درلھکا کا وزن کرتے ہوئے پھر فرماتے ہیں۔  
سنت دارا اور لکشمی پانی کے بھی ہوئے سنت سما گم ہری کھتا تلسی درلھ دوئے  
مانس رامن کے بال کاڈیں سنت تلسی داس جی تحریر فرماتے ہیں :-

متی کیرتی گتی بھوئی بھلائی جب جہی جتن جہاں جو پانی  
سو جانت سیت سنگ پر بھاؤ لوک ہو وید نہ ان ا پاؤ  
ارکھ۔ بدھی۔ نیش۔ سندگتی۔ ایشوریہ۔ کلیان۔ جب بھی جس نے جس پریتن (کوشش) سے پراپت کیا ست سنگ کے ہی پر بھاو سے کیا۔ دوسرا کوئی لوک۔ وید میں پایا نہیں ہے بھگوان بشو۔ راجیہ تلک کے سمے شری رام جی سے وردان مانگتے ہیں۔

بار بار ورمناگ ہوں۔ ہرش دیو شری رنگ پذیر روح ان پائینی بھگتی سدا ست سنگ  
ارکھ۔ ہے لکشمی پتے! میں آپ سے بار بار یہی در مانگتا ہوں۔ مگر مجھے آپ کے چروں کی بھگتی اور ست سنگ سدا  
سنت تلسی داس جی نو دھا بھگتی میں سب سے پہلے لکھتے ہیں۔ پر ہم بھگتی سنتن کر سنگا۔

بھگتی کو پراپت کرنے کی پہلی سیڑھی سنتوں کی سنگت ہی ہے  
من ست سنگ نہ ہری کھتا۔ ہتی من موہ نہ بھاگ  
موہ گئے من رام نید۔ ہوئے نہ درڑھ الو راگ

ارکھ۔ جب تک سنسار کا موہ دُور نہ ہو۔ بھگوان رام کے چروں میں درڑھ الو راگ (اٹل پریم) نہیں ہو سکتا۔  
سنسار کا موہ کو بھگانے کا محض ایک ہی سادھن ہے۔ اور وہ ہے رام کھتا۔ اور رام کھتا کی پراپتی تو ست سنگ سے ہی  
ہوگی۔ اسلئے ست سنگ ہی بھگوان رام کی بھگتی کو حاصل کرنا سادھن اور سنسار ساگر سے پار اُترنے کی ناو ہے۔



شوخی فرماتے ہیں :- گر جانت سم گم سم نہ لایکھ کچھ نہانا ۛ ہے اُما! سنت سما گم کے برابر کوئی لایکھ نہیں  
 لایکھ کے کچھ ہری بھگت سبانا - جی گا نویں شرقتی سنت پُرانا -  
 شاعر کہتا ہے :- (گنگا یا پنگ تاسی گنگ دینگ کلپ سرد نہا سہسا )  
 (یا پنگ تاسی گنگ تہتا دینگ - ہانی سجد نہا سہسا )

ارکھ - گنگا پاپ کو چنر ماتا پ کو - تھا کلپ برکش دیتا (غنی) کو ہرن یعنی دُر کرتے ہیں - کنتو سنتوں کی  
 سنگت تو پاپ - تاب - دینتا تینوں کو ہرن (دوسرا کرتی ہے -  
 رامائن اتر کا نڈ میں - گر رُجی - شری کا گ تھنڈی جی سے پرش کرتے ہیں کہ :- پرش - بڑ دکھ کون - کون سکھ بھاری ؟

کہ سب سے بڑا دکھ کون ہے اور سب سے بڑا سکھ کون سا ہے :-  
 اتر :- نہیں در در سم ڈکھ جاگ ما ہیں - سنت مہن سم سکھ جاگ نا ہیں  
 در در تا یعنی غریب یا کنگا کلت سے بڑھ کر کوئی دکھ نہیں ! سنتوں کی پراپتی یا ست سنگ سے بڑھ کر اس سنا میں کی بڑا دکھ ہے  
 سنتوں کا سو بھاو ہے - کہ - پر اپکار بچن - من کا یا - سنت سہج سو بھاو کھاگ رایا  
 من بچن اور گرم سے دوسرے کا اپکار کرنا سنتوں کا سہج سو بھاو ہے -

سنت ہر وہ نو نیت سمانا - کہا کین پری کہے نہ جانا  
 پنج پریتاپ درو ہے نو نیتا - پر دکھ درو ہے سنت سو نیتا  
 سنت سہا ہے دکھ پر بہت لاگی - پر دکھ بیت اسنت ابھائی  
 ارکھ - سنت کا پردہ مہن کے سمان کوئیوں (شاعروں) نے کہا لیکن یہ بات کہتے نہ بنی کیونکہ مہن اپنی ہی گرمی (دکھ) کے کارن  
 پکھلتا ہے - (دکھی ہوتا ہے) کنتو سنت دوسرے کے دکھ سے دکھی ہوتے ہیں - دوسرے کی بھلائی کے لئے سنت سونیاگ (خود  
 دکھ سہتے ہیں - لیکن اسنت تو دوسرے کے دکھ کا کارن بن جاتے ہیں -

سنت اُوم سنت سکھ کاری و شو سکھ رجمی اندو تماری  
 سنتوں کا پرگٹ ہونا ہمیشہ سنا کے لئے سکھ دینے والا ہے جیسا کہ چنر ما اور سورج کا اُدے ہونا -  
 ست سنگ کی ہما کا وزن جب قدر بھی کیا جائے وہ کھوڑا ہے پر کھو سے ہی پرا تھنا ہے کہ وہ ہمیں کو سنگ سے بچا کر ست سنگ ہی میں لگا

ضرورت

ضرورت

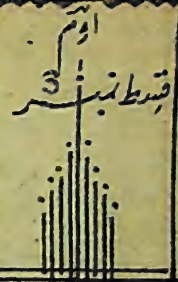
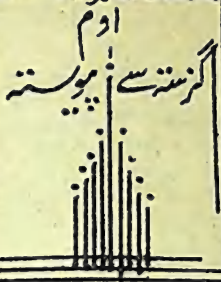
ضرورت

شری بھگوان بھون رشی کیش کے لئے  
 انتظامیہ معاملات میں تجربہ کار - جہاں دیرہ - ست سنگی - صحت مند -  
 عمر قریباً پچاس سال - یوگیہ نیمبر کی ضرورت ہے -  
 تنخواہ یوگیہ کے مطابق دی جائیگی - رائلش بھون چاؤ وغیرہ کا انتظام بھون کی طرف سے فری ہوگا - درخواست خزانہ میں تپا رسا کریں -  
 پردھان ادھیکش - شری بھگوان اتر سدٹ کمیٹی رجسٹرڈ - بھگوان بھون - یلوے روڈ - رشی کیش ضلع ڈیرہ دون (یوگی)



# چہل درویش

(نشتی سورج نرائن ہوا)



## چوتھے سادھو کی کہانی

شادی کیلئے میری اب آنے لگے پیغام  
بچپن تھا زبیر کھیل تھا یہ بھی میرے نزدیک  
وہ پہلے بزرگوں کی رسومات کا برتاؤ  
پھرتے ہیں نگاہوں میں وہ نقشے میرے اب تک

شادی ہوئی پھر کچھ مئے عشرت سے میرا جام  
وہ چہل درویش جلسے وہ خوش آئند ہر اک کام  
وہ طرفہ تقاریب کہ آئے غنا نہ انجم  
اور انہیں ہے اتنا ہی رنگ اور صفائی

شادی نہ ہوئی میرے لئے مانع تعلیم  
وسعت میں بڑھنا اور ہر دائرہ علم  
جولانیوں پر رہتی تھی طبع سخن آرا  
ڈگری تھی نظر میں سند حسن لیاقت

کالج کے مدارج میں رہی عزت و تکریم  
برحبتہ تھی تقریر تو بگفتہ تھی ترقیم  
کرتا تھا میں اکثر گہر نظم بھی تنظیم  
پھولانہ سما یا مجھے جب ہاتھ وہ آئی

کالج سے نکلنا تھا ادراک عہدہ کا پانا  
تھا علم پر غرہ مجھے اور طبع پر اپنی  
آرام سے ایام گزرتے تھے بہت خوب  
دیوانی ہے کہتے ہیں جوانی سو بجا ہے

تنخواہ تھی معقول اور اچھا تھا ٹھکانا  
صحت پر بھروسہ تھا کہ تھا جسم توانا  
معلوم نہ ہوتا تھا کہ بدلے گا زمانہ  
جنت نظر آتی تھی خدا کی یہ خدائی

اس طرح گزرتی تھی کہ حق نے دیا فرزند  
تقریب مبارک تھی وہ جلسے کئے میں نے  
اولاد ہوئی اور تو تازہ تھی خوشی اور  
بشلفہ رہا کرتا تھا بس غنیمت خاطر

پہلے سے بھی اب میری خوشی ہو گئی دو چند  
تعریف میں احباب کے لب ہونے لگے بند  
تھا فضل الہی سے مکرر مجھے ہر قسم  
جو دل میں تھی امید سمجھتا تھا برائی



دنیا کا ابھی کوئی ٹما پچھ نہ لگا تھا  
ناگاہ پدر کو میرے امراض نے گھیرا  
جب نزاع کجیالت تھی اور حوال پریشاں  
دنیا تھی لگا ہوں میں میری تیرہ و تار باب  
جو کھول دے آنکھوں کو وہ جلوہ نہ ہوا کھفا  
امراض نہ کہنے کہ وہ پیغمبر قضا تھا۔  
میں پاس کھڑا حالت غم دیکھ رہا تھا  
یہ موت ہے کیا گھر میں میرے کس لئے آئی

پھینکا تو سہی نعلش کو شمشان میں ہم نے  
ہر چہند کہ سبھایا محبتوں نے بہت سا  
رہتا تھا زلیں آٹھ پہر ایک تصویر  
نسکین جو ہوتی تھی تو کس طرح سے ہوتی  
گھر کر لیا لیکن دل بتیاب یہ غم نے  
آنکھوں میں مگر اشک اب پائے نہ کھینے  
دیوانہ بن یا مجھے رنج پئے ہم نے  
پہلی ہی تھی یہ چوٹ دل زار نے کھائی

میرے دل مضطرب کا مہینوں رہا یہ سال  
جو کام تھے والد کے وہ کرنے پڑے جھکو  
محسوس ہوئے پہلے تو اک بار گراں وہ  
کرنے لگا ہر کام ہوا غم جو غلط سا  
پھیلایا تھا دنیا نے مگر چار طرف جال  
یہ کام میری جان کو کھتے اور بھی جھنجھال  
عادت سی مگر ہو گئی گزرتے جو مہ و سال  
چلنے لگا جو چال کہ دنیا نے چلائی

بچوں کی خبر دار پئے بیماری و صحت  
مہوار و تقاریب یہ برتاؤ چلن کا  
دن بھر تو وہ دفتر میں گزرتا بصرہ آزار  
دنیا کے وہ دھندے تھے کہ تو بہی بھلی ہے  
نگرانے تعلیم و نگرانے صحبت  
تھا گرچہ یہ برتاؤ مجھے سخت مصیبت  
اور شام کو گھر آ کے وہی فکر معیشت  
رستہ نہیں دیتا تھا نکلنے کو دکھائی

جتنی کہ بڑھی عمر بڑھے ساتھ ہی افکار  
اولاد کی شادی میں ہوا صرف اثاثہ  
تعلیم سے فارغ ہوئے لڑکے تو مجھے تنہا  
خلجان میں رہتی تھی غرض جان شب و روز  
افکار بھی ایسے کہ میں رہتا تھا دل افکار  
اس کو ہوا غرض کے تیجے میں گرفتار  
رہنے لگا ہر وقت کہ یہ بیٹھے ہیں بیکار  
ہر روز تھی مشکل کی نئی عقدہ کشائی

گو کام کسی کا نہ رہا ہے نہ رُکے گا  
انسان نے پائی ہے طبیعت مگر ایسی  
ہے وقت پر موقوف ہر ایک کام کا ہونا  
صبر اس کو کسی حال میں دم بھر نہیں آتا



پاتا تھا میرا یوں تو ہر اک کام سر انجام  
ہو جاتا تھا کام ایک تو تھا دوسرے کا فکر  
پروف کر سے خالی دل ناشاد نہیں تھا  
انکار کی تھی آٹھ پہر جلوہ نمائی

یوں کاوش و کاہش کا تھا گھر میرے لئے گھر  
محکوم مجھے دیکھتے تھے چشم حسد سے  
رشتے میں تر بھی تھے جو کھیتے تھے بہت دور  
ہم چشمونہی آنکھوں کو بدلتے ہوئے دیکھا  
باہر تھا کچھ اس سے بھی سوا حال زبوں تر  
حاکم کے بدل جاتے تھے ہر بات پر نیور  
امید نہ تھی جن سے دغا دے گئے اکثر  
جب وقت پڑا کوئی بھتیجا تھا نہ بھائی

اک بات عجیب اور میری آنکھ نے دیکھی  
دیکھا جسے پایا اسے مطلب ہی کا بندہ  
سے حضرت انسان کا خمیر آپ خودی سے  
وہ شخص مرشتہ ہے نہ کہئے اسے انسان  
گر لو چھئے۔ انسان کی وہ خود غرضی تھی  
جو بات سنی حرف غرض سے نہ تھی خالی  
گر ہو خودی اس میں تو کیا بات ہے اسکی  
دل میں نہ اٹھے جس کے خیال من و مائی

دنیا میں خودی نے ہے زبس رنگ جمایا  
دمبازوں کی باتوں میں بہت آیا ہوں میں بھی  
ان باتوں سے سخت بھی اٹھانی پڑی اکثر  
ہاں کھاتا تھا جس وقت کوئی بوٹ بڑی سی  
ایک ایک سے بڑھ کر نظر آتا ہے سوایا  
دھوکا ہے کسی بار بڑا میں نے بھی کھایا  
ان دھوکوں سے نقصان بھی بہت میں نے اٹھایا  
لگتا تھا دل زار پہ اک تیر ہوا ئی

دنیا ہے دنی اسکی ہے ہر بات کہنی  
الام ہیں انکار ہیں آزاد ہیں اس جہا  
اٹھتے تو رہے ایسے خیالات ولیکن  
کہنے سے کسی کے کبھی چھوٹی نہیں دنیا  
پھوڑو بھی اسے آؤ کرو گوشہ نشینی  
دنیا میں بہت رہ چکے اب لو رہ دینی  
دنیا تھی وہی میری وہی بہیدہ بینی  
جب تک نہ ہوا نے فکر رسا تیری رسائی

اس تجربہ کاری نے دکھایا اثر اپنا  
زدان کے آنکھیں گئیں اور گوش ہوئے کر  
یوں صاف جواب آئے دیا جھکو قوی نے  
پیشن مجھے سرکار نے دلی یکا وہ پنشن  
ایک ایک سفید آہ ہوا موے سراپنا  
ہوتا تھا بس اوروں کے سہارے گزراپنا  
گویا کہ نہ یہ جسم کبھی تھا مگر اپنا  
میں ایسا تھا بد بخت بہت مینے نہ کھائی



ایسے کہ مداوا تھا بہت مشکل و دشوار  
تھا اس لئے بس محض دکھاوے ہی کا تیمار  
ہاں بواہوس اس دن سے خبردار خبردار  
انگشت بدنیاں تھے پس خواہر و بھائی

بریکاریئے اعصاب سے ہوئے سخت کچھ آزار  
معلوم تھا سب کو مرض الموت ہے جھٹکاو  
ہر شخص کو یہ روز سیہ آئے گا درپیش  
تھا قابلِ عبرت وہ مہرا حال پریشان

رتی تھی بس اک یاس سی بھائی ہوئی دلیر  
بیہودگیوں میں تھی کٹی عمر سراسر  
پر سامنا تھے سے ہی تھا یہ دیکھو مقدر  
کرتے تھے میرے حال پر سب اوجھ سرائی

دوزخ سے بھی بدتر تھا مجھے نزع کا بستر  
کام آئے جو اس وقت نہ وہ کام کیا تھا  
تیرے لئے اے موت میں نیارا نہیں تھا  
جس وقت دم باز پسین کھینچ رہا تھا

مرکزِ نظر آئی مجھے کچھ طرفہ حقیقت  
اس وقت ہوا کرتی ہے انسان کو عبرت  
وہ خوف وہ رنج اور وہ خوشیاں وہ ندامت  
میں خواب سے چونکا کہ بلا کیا نظر آئی

اے بخیرو موت نہیں حالتِ غفالت  
آنکھوں میں خلاصہ تھا حیاتِ گزراں کا  
وہ نیک و بد افعال وہ اچھے بُرے اعمال  
نظارہ کچھ ایسا تھا جہیب اور خطرناک

یہ زندگی کس شخص کی تھی اب وہ کہاں ہے  
کچھ فرق نہیں خواب سے یہ صاف عیاں ہے  
کس شے میں مراسود سے کس شے میں زیاں ہے  
پچھتائے گا کیا عمر ہے بے سود گنوائی

بند ارگنی میری کہ یہ کیا ستر ہوا ہے  
میری بھی گزرتی ہے اسی طرح شبِ روز  
دنیا میں رہا لیک کبھی میں نے نہ سوچا  
کھولیگی تیری آنکھ بھی جب موت تو اے جبر

(کلام تہرہ جلد اول)

(باقی پھر)

دواہ وغیرہ آسوں پر شامیائے وکراگری کے لئے  
پرسدھ دوکان

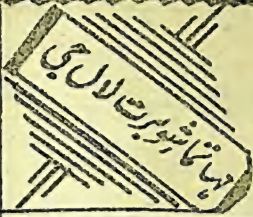
سہگل ٹینٹ ہاؤس

تلاک مارکیٹ، تلاک نگر نئی دہلی، کو یاد فرماویں

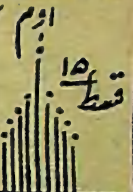
رسالہ اوم ماہ اکتوبر ۱۹۷۰ء کے مائیل  
صفحہ ۳ پر ادبیت بالاک کی تصویر چھپی

تھی جسکے نیچے پریس لوں کی غلطی سے شرواجی SHIVAJI  
چھپ گیا ہے ناظرین اوم اپنے اپنے پرچے پر سے لفظ شرواجی کلک  
ادبیت بالاک ہاتھ سے لکھنے کی تکلیف فرمادیں۔ منیجر





# کیا ہندو مت زندہ رہیگی



## پانچواں پہلو

یہاں ہم تم کو ایک بات اور بتانے کیلئے تیار ہیں۔ تم دیکھو گے کہ گوتم بدھ کا مذہب اپنی حیثیت کے لحاظ سے کیسا شاندار اور سچا ہے۔ اُس نے بھی صرف ادویت واد کی تعلیم دی ہے۔ اس کا ادویت واد سوامی شنکر اچاریہ کے اصول سے مختلف نہیں ہے۔ مگر عام ہندو اُس کو ناسنک کہتے ہیں۔ ساتھ ہی دیکھو۔ سانکھیہ کا رہنشی کپل نے صاف لفظوں میں شخصی ایشور کی ہستی سے انکار کیا ہے۔ مگر اُس کو کوئی بھی ناسنک قرار نہیں دیتا۔ کیوں کہ اُس نے جا بجا اپنے کلام کی صداقت کیلئے ویدوں کی شرعی اور معقولات کے حوالے دیئے ہیں۔ ہندوؤں میں تم آج بھی دیکھ سکتے ہو۔ کہ ہر شخص کس آزادی کے ساتھ فلسفانہ طرز مباحثہ میں ایشور کی ہستی کے متعلق شکوک ظاہر کرتا رہتا ہے۔ مگر کوئی اس کو برا بھلا نہیں کہتا۔ فلسفہ و دلائل کا میدان اس قدر وسیع بنایا گیا ہے کہ اُس میں ہر شخص کو عقلی جھوٹا کرنے کا اختیار ہے۔ خیالی و عقلی آزادی کو ہندو فلاسفروں نے ہر طرح پر ہر حالت میں برقرار رکھا۔ مگر ویدوں کے معترض کیلئے کہیں بھی جگہ نہیں دی گئی۔ آپ ہندوؤں کے ماننے والے۔ جھڑپوں کے رچنے والے سب ویدک کلام کی عزت کرتے آئے۔ ان سب کی عزت ہندوؤں میں ہے۔ صرف ایک گوتم بدھ ایسا گزرا ہے جس نے ویدوں کی جہا کی بابت نہ ہاں کہا۔ نہ نہیں کہا۔ اپنے مذہب کی بنیاد صرف عقلی دلائل اور انسانی تجربات پر قائم کی۔ اُس نے رسم و رواج کا بھی کھنڈن کیا۔ جوپتپ کی تردید کی۔ اگر وہ ویدوں کے سوشل مذہب کا بھی اقرار کرتا۔ تو شاید اُسے درگزر کیا جاتا۔

سوشل مذہب کے نقطہ سے کسی کے دل میں غلط فہمی پیدا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس بات کو آپ بغور دیکھئے۔ جتنے سوسائٹی کے کار بار ہیں۔ جتنے اذکار و سنسکار ہیں۔ رسم و رواج۔ تیج تیوار۔ ہون بگیہ۔ سب کے ضابطہ براہ راست ویدوں سے آتے ہیں۔ ہر مروجہ وید منتر پڑھے جاتے ہیں۔ بجز ویدک منتروں کے اُچاران کئے ہوئے ہندوؤں کا کوئی کام نہیں ہوتا۔ اسلئے اگر کوئی شخص، سوسوشل مذہب کا معنی پہناوے تو برا کیا ہے! سچ مجھ وہ ایسا ہے۔ روحانی مذہب کا تعلق صرف انسان کے دل میں ہے۔ نہ مائیت پسند عام پبلک میں کبھی اپنی پرستش کے ارکان ادا نہیں کر سکتا۔ روحانی شغل ہمیشہ ایکانت میں ہوا کرتا ہے۔ مگر سوشل پرستش۔ پبلک سروس۔ سماجک ایسا سنا۔ بگیہ اور ہون سوشل بیو بار ہیں۔ ان میں ہر شخص کی شمولیت درکار ہے۔ ہر شخص ایسے معاملات میں ویدک منتروں کی تعظیم کرنے اور ویدک بدایتوں کے مطابق کار بند ہونے کے لئے مجبور ہے۔ چاہے کسی ہندو کے مذہبی خیالات کچھ سی کیوں نہ رہے ہوں۔ مگر وہ سوسائٹی کے کار بار ہیں ویدک سدھانتوں پر کار بند ہونے کیلئے مجبور ہے۔ ویدک پلیٹ فارم ہر ہندو کیلئے عام پلیٹ فارم ہے۔

یہاں اگر اُس کو سارے کام ویدوں کے مطابق کرنے پڑے گی۔ کیونکہ ویدک دھرم عام ہندو سوسائٹی کا دھرم ہے۔



ویدوں کی عزت ہندوؤں میں جو کچھ تھی۔ وہ سب کو مٹا دیا۔ پوران کہتے ہیں جب جب راکششوں نے ویدک دھرم کو صدمہ پہنچایا۔ جیگمہون بند کر دیئے تب تب ایسے ہمارے اوتاروں کا لہو بہا جہنوں نے وید کی گئی ہوئی مریدا کو پھر از سر نو قائم کیا۔ ویدوں کے قائم رکھنے کے لئے کیا کیا تدبیریں عمل میں آئیں۔ مگر ہندو ہمیشہ کامیاب ہوتے رہے۔ انہوں نے وید بھگوان کی رکشا کی۔ اور ویدوں نے انکی قومیت کو آب و تاب دیا۔ کسی نہ کسی شکل میں قائم رکھا ہے۔

”ادھرم کو زندہ رکھو۔ دھرم تم کو زندہ رکھے گا۔ دھرم کو مار دو۔ دھرم تم کو مار دے گا۔“

یہ نہایت بھارت کا کلام ہے۔ اور ہم اُس میں صریحی بہت بڑی سچائی دیکھتے ہیں۔ ویدوں کو اگر تمام ہندو ایک سی اہمیت دیتے رہتے تو ان میں اُچھا جو نا اتفاقی کے مناظر نظر آتے ہیں۔ کبھی نہ پیدا ہوتے۔ کیونکہ وید ہی ایک ایسی چیز ہے جس میں ہندو سوسائٹی کی جڑ قائم ہے۔ جب تک جڑ کو پانی ملتا رہتا ہے۔ تب تک شاخ اور ٹہنیاں خشک نہیں ہوتیں۔ گو ان کے درمیان باہمی کشش بھی ہوتی رہے۔ البتہ جڑ سے علیحدگی موت ہے۔ مگر ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔ نازان۔ نامعا ملہ فہم۔ اور نا عاقبت اندیش ہندوؤں نے ویدوں کو اٹھا کر طاقچہ پر رکھ دیا۔ کسی کو ان کے درشن تک کا استھان نہیں رہا۔ پڑھنا پڑھانا تو درکنار نتیجہ کیا ہوا؟ ہندوؤں میں سے عامیت اور بھیا نیت مفقود ہوتی چلی گئی۔ سب کا پریم ویدوں سے الگ ہے۔ کوئی اُس سے ٹکرا نہیں رکھتا۔ وہ دس بس کی جائیداد بن گیا۔ اور چھپاتے چھپاتے بحیثیت ہو گئی کہ کروڑوں ہندوؤں میں سے ہر شخص جیسے ایسے آدمی ملیں گے جنہوں نے اپنی زندگی میں وید کے درشن بھی کئے ہوں گے۔ ویدوں کے گہرے رکھنے سے سوشل سروس سوشل اوپاسنا اور سوشل جیگمہون سب کا خاتمہ ہو گیا۔ یا ایسے موقعہ تھے جن میں بلا تیز ہر طبقہ کے انسان ایک دوسرے سے مل کر رہتے تھے۔ شور و غوغا کو منترن دیکر راجے ہمارے بے بلایا کرتے تھے۔ یہ سب باتیں سوسائٹی کے استحکام کی تقویت اور سوسائٹی کے اتحاد کے زبردست ذریعے تھے۔ مگر جب وید ہی نہ رہا۔ تو کون جہان بگیا کر آئے۔ کون ہندوؤں کو پبلک سروس میں شریک ہونے کا موقعہ دے۔ جڑ کو کاٹ کر جو شخص شاخوں کے زندہ رکھنے کی امید کرتا ہے وہ سخت نادان ہے۔ وید مقدس دراصل ایک قسم کے شیرازہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ جس میں تمام ہندو ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے رہتے تھے۔ وید ہماری دھرم لپٹنگ ہیں اور ہمارے تمام سوشل قوانین و سماجک تنظیم کی جڑ ان میں ہے۔ ایک زمانہ تھا جب راکشش ان کو معدوم کرنے کو تیار ہوتے تھے اور آریہ جاتی کے لوگ اپنی جان و دیکر ویدوں کی رکشا کرتے تھے۔ اور یا اب ایسا وقت آ گیا کہ ہندو خود اپنی بے سمجھی سے ویدوں سے معترف ہو گئے اور اپنی قومی ہستی کو خطرہ میں ڈال دیا۔ وید ہماری قوم کے جڑ جان ہیں۔ اگر لوگ وید کو پڑھتے پڑھاتے رہتے۔ ان کا پڑھنا پڑھانا اپنا پریم دھرم سمجھتے رہتے اور اگر وقت بوقت ویدوں سے براہ راست مصلح مشورہ لیا کرتے تو آج ان کا نام بھی زندہ قوموں کی فہرست میں ہوتا مگر چونکہ ایسا نہیں کیا گیا۔ قوم میں ہر جہاں طرف سے فردنی چھانی ہوئی ہے۔ قوم ضعف سے جہاں بلب ہے۔ ہر شخص دکھ درد سے گمراہ رہا ہے۔ زمانہ ان کو کمزور دیکھ کر دھکے پر دھکے دینے کو مستعد نظر آ رہا ہے۔ ان کو مرنے



وقت بھی عذاب دیا جا رہا ہے۔

ہندو۔ ویدوں سے کیا سمجھ ہوئے کہ اپنی مٹی پلیدی کر دی۔ کیونکہ وید ہی تمام ویدیاؤں کے بھنڈا بلوگ و گیان کے خزانے، علم معرفت کے سرچشمے تھے۔ جو پیاسا گزگا کے کنارے بس کر پانی نہ پئے۔ وہ پیاس کے صدمہ اٹھا کر مر جائے گا۔ اسی طرح جو امرت روپی ویدوں کے احکام و تلقین سے بے خبر ہیں ان کی نسبت سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ ان پر ایشور اپنا نفیس کرے! ختم شد۔

## نوٹ انرا ایڈیٹر۔ سنا تن ہندو دھرم اور دیگر مذاہب میں فرق

ہندو مذہب کی بنیاد عقیدہ پرستی ہے۔ ایمان پر ہے۔ لیکن سنا تن ویدک ہندو دھرم DOGMAS سے یعنی عقیدہ پرستی اور ایمان سے پاک ہے۔

اسلام کو اگر حضرت محمد صاحب سے پاک کر دیا جاوے۔ تو اسلام کا وجود ہی نہیں رہتا۔ اور عیسائی مت سے اگر حضرت عیسیٰ کو خارج کر دیا جائے تو عیسائی مت کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن ہندو دھرم چونکہ کسی خاص عقیدہ یا کسی خاص اوتار یا کسی خاص شخصیت کا جاری کردہ نہیں۔ بلکہ ایشوری دھرم ہے۔ اور اس کا تمام عقیدہ ایشور کرت ویدوں پر ہے۔ جو کہ سترشی کے ساتھ ہی پرگٹ ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ ویدک دھرم ہی سنا تن یعنی پراچین ہے اور اس ایشوری دھرم کو اپنا نا ہی انسانیت ہے۔ یہ جرنیلی سٹرک ہے۔ جس پر چلنے سے کسی طرح کا خوف و خطر نہیں۔ پو سیدھا منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔ ویدک دھرم کا مقصد صرف خود شناسی ہے۔ آخر دشمن ہے۔ اور یہی اسکی امتیازی شان ہے۔ موجودہ سیکولرزم تو صرف پولیٹیکل اغراض کی پیدائش ہے۔ ذر نہ صحیح سیکولرزم تو سنا تن ویدک دھرم کے اصولوں پر ہی چلنا ہے جس میں سب کو خدا کی ذات سمجھا جاتا ہے۔ کسی کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں کیا جاتا۔ جو ”دھرم“ کہتے۔ گائے۔ براہمن اور چٹا دل میں بھی ایک اتم دکھاتا ہے۔ اس سے بڑھکر اور کونسا سیکولرزم ہو سکتا ہے۔ البتہ سنا تن دھرم سترشی بتنا سکھاتا ہے۔ سترشی بتنا نہیں۔ کیونکہ سترشی پشوپن ہے اور سترشی صحیح معنوں میں انسانیت ہے۔

## سالانہ جنوری ۱۹۷۱ء ایسا ناک (باتصویر) نہایت پابندی قوت

کے ساتھ مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۷۰ء کو شائع ہو جاوے گا۔ فی کاپی کی قیمت :- ۴ (چار روپیہ) روپیگی لیکن اوم کے خریداران کی سبوا میں سالانہ چندہ میں ہی مفت بھینٹ ہوگا۔ اگر آپ اوم کے خریدار نہیں تو فوراً سالانہ چندہ مبلغ ۱۳ روپے یا ذریعہ منی آرڈر بھیج کر اس کے نظیر تحفہ کے حقدار نہیں۔ اوم کا سالانہ چندہ یا ذریعہ منی آرڈر ۱۳ روپے مقرر ہے اور وہی پی منگولے پر ۱۴ روپیہ تہ دفتر سالانہ اوم اجمیری گیٹ دہلی ۷۰



# سناتن دھرم کی مہما

راز قلم امیر الشعراء یوان پندیداس قسری

سناتن دھرم کی مہما کہوں طاقت کہاں میری  
بڑا ہی لطف ہو اس پریم میں نکلے جو جہاں میری  
شہری گوگل کی مٹی کو اگر زیب جہیں کر لوں  
سناتن دھرم کی بجے جہاں میں چار سوسٹن لو  
شہری جہنا کے تہ پر بانسری کی تو مٹی تو مٹن لو  
زباں پر بار بار آیا سناتن دھرم کی بجے  
اجہیہا ناٹھ کی جہاں کہ گوگل ناٹھ کی چرچا  
کہیں شکتی جھوانی کا سجا دربار ہے اعلیٰ

قلم بھی تھکا گئی اور گنا گئی ہے استر زباں میری  
شہری گنا گئی لہروں میں ہوں ہڈیاں میری  
نجات دائمی یہ ہے قدر ہو سی کہیں کر لوں  
مدن مہن کی ہمار بندر اور کوٹیکو مٹن لو  
اجی تاک اس لیلہ برنڈا میں رو برو مٹن لو  
یہی وہ دھرم ہے جس کا سہا ناٹھ دیامے ہے  
شہری شہمھو کی رحمت کاروں ہے دہری دریا  
قمر مہنوت ہے گویا سناتن دھرم کا جھنڈا

جو انہر دو اٹھو دنیا کو قومی آن دکھلاؤ  
سناتن دھرم کا جھنڈا زمانے بھریں لہراؤ

صحیح تشخیص باقاعدہ علاج عمدہ دوائیں

دانش

نزلہ زکام اور دماغی تھکاوٹ کیلئے  
قیمت ایک شیشی چار روپے

حاصل النخاص

پٹھوں کی کمزوری رعنا اور بلغم کی زیادتی کیلئے  
قیمت دس گولی تین روپے

گاندھی دواخانہ 52 ٹی کمرانگر دہلی۔ (فون نمبر 229929)



شہید زندہ بہادر ویر برہا کی جنگی شہادت ۹ جون ۱۹۱۶ء کو دہلی میں ہوئی  
 جنگی تیسری جہم شہادت ۱۱ سال ۱۱ نومبر کو سارے  
 (از ہنری اوم پرکاش سپر وال منتری بابا زندہ بہادر تیسری جہم شہادت تھی) دیش میں منائی جاوے گی۔

آج سے تین سو سال پہلے جتوں کشمیر کی اس پرت دھرتی جسکو شہیدوں کی دھرتی پکارا جائے تو اچھا ہوگا مگر رام دیور اچوت  
 بھارو ج کے گھر شرعی پھین دیو بالاک نے جہم کیا کسی کو تہ نہ تھا کہ زیر بالاک بڑا ہو کر بولی۔ یوہا شکاری۔ سنیا پتی راجہ اور بعد میں شہید  
 سے گا۔ اسوقت اسکے ماتا پتی بھی یہ کہنے کے لئے تیار نہ ہونے کہ ہمارا بچہ گھر لیکارو بار کرنے کی بجائے یوگی بنے گا۔ اور بعد میں گورو گوند سنگھ جی صاحب  
 کے امیر زاد سے اپنے دیش سے اسوقت کے دشمنوں کا سر و ناش کر دیا۔ بچپن میں اس کو شکار کھیلنے کا شوق تھا۔ راجہ کی کا علاقہ تقریباً ساہی  
 کا سارا پہاڑی ہے۔ ... فٹ کی بلندی پر یہ چھوٹا سا قصبہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہاں شہید پیدا ہوئے اور یہاں کی ماری شکتی نے دیش  
 اور دھرم کی خاطر اپنی جان کی بازی لگادی۔ لیکن دشمن کو اپنے پوتہ جہم کو ہاتھ نہ لگانے دیا۔ جتوں سے ۱۰ میل کی دوری پر دو چھوٹے چھوٹے  
 پہاڑی ناؤں کے درمیان یہ قصبہ چھوٹی سی پہاڑی پر واقع ہے۔ پرائی خدیوے شکر جہم سے سری لنگ جاتی تھی۔ اسی شکر پر یہ ایک بہت بڑا  
 اچھا مقام ہے۔ یہاں سے ۱۵ میل کی دوری چنگی نامی گلوں ہے۔ جہاں پرنے خلیفہ شمس کا قلعہ ہے۔

ویر بالاک بچپن میں دیر اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ عام طور پر شکار کھیلتا کرتا تھا۔ یوہجہ۔ مہینڈر۔ برنی۔ سورن کوٹ وغیرہ کے علاقے  
 میں گھومے پر سیمار ہو کر شکار کھیلتا کرتا تھا۔ ایک دن راجہ جی شہر کے سامنے والی پہاڑی پر شکار کھیلنے سے ویر بالاک ہرنی نظر آئی۔ تیر نے  
 اس کا نشانہ کیا اور ہرنی گرتی۔ ویر بالاک نے اپنے شکار کو گرتے دیکھ کر اس کو سنبھالا اور اپنے ہتھیاروں سے اس کا پیٹ جاگ کیا۔  
 ہرنی کے پیٹ سے دو بچے زندہ نکلے اور چند منٹوں کے اندر ویر بالاک کے سامنے خوب کرم گئے۔ اس واقعہ نے اس کے من پر گہرا اثر کیا  
 ابھی تک ویر بچپن کنوا تھا۔ وہ بغیر شکار کے گھر نہ لٹا۔ اگر ماتا جی کو ساری کہانی کہہ سنا لیکن ماں نے اس کو دھما دھما کر بندھا دیا اور کہا کہ  
 راجہ جی بیٹے ایسی باتوں سے گھبراتے نہیں۔ میں تو دیش اور دھرم کی رکشا کے لئے یہ نہیں کیا کہ راجہ جی تیرے لیکن ویر بالاک دن بدن اس  
 رہنے لگا۔ ماں باپ نے بڑی کوشش کی کہ بالاک دوبارہ شکار کھیلے اور اس کا دل لگا رہا ہے لیکن وہ شکار کھیلنے کے لئے تیار نہ ہوا۔ انہوں  
 باپ نے اسکی شادی کی بات سوچی لیکن اسی دوران میں وہ راجہ جی کے اندر جس کو مندروں والا شہر بھی کہا جائے تو اچھا ہوگا۔ وہاں  
 اگر دن بدن مندروں کے اندر چھکوان کا کیرتن اور سدا پاتھ کرنے لگا۔ شہر کے دونوں طرف مندر ہی مندر ہیں۔ ایک مندر میں اپنے  
 بزرگ سنگی جانکی داس جی ویر کی ماہر سے آکر بھرے ہوئے تھے۔ اس مندر میں لوگوں کا ہر وقت اکٹھا رہنا اور بچپن کی طرح ہوتا رہتا تھا  
 یہ ویر بالاک وہاں رہنے لگا۔ آج بھی اس مندر میں اتنی اکھاڑ کے سر پرست اور زندہ بہادر تیسری جہم شہادت سمی کے سر پرست  
 باوا اوم جی رہتے ہیں اور اب یہ مندر ویر ویر کی مندر کے نام سے بھی مشہور ہے۔ اور جہاں ہر سال اس عظیم دن کے موقع پر میلہ لگتا ہے  
 اس ویر بالاک نے تہری جانکی داس جی کی سدا کرنے اور مندر میں رہنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے اپنا ارادہ ویر ویر کی جانکی داس جی کے  
 سامنے رکھا اور کئی دن انکی سیوا میں لگا رہا۔ ویر بالاک بہت ہوشیار تھا۔ اندھی بھی بہت اچھی طرح سے کرتا تھا۔ بہتر شرعی جانکی داس جی  
 اسکو اپنا شہینہ بنائے لایند کیا اور اسی مندر میں جہم کے گوندے بستت بھی رہے۔ دن اس کو دیگی اور بھگوان کے کپڑے پہنا دیے اور اس کا نام  
 مادھو داس رکھا گیا۔ پھر کیا تھا بھگوان کے کپڑے پہن کر یہ ویر سا دھواں کے ساتھ گاؤں گاؤں گھومنے لگا۔ اور پھر سنی بگ  
 گارے کنارے چلتے چلتے وہ لاہور جا پہنچے۔ وہاں قصور کے پاس شہر جانکی داس کا اپنا ڈیرہ تھا۔ وہاں برائے ایک بزرگ  
 سادھو رام داس جی سے ودھی پوروک دیکھائی اور اہم ہندو آہستہ ہر جہم اور دوسرے تہریوں کی بات کرتے کرتے وہ دھن کی طرف



چلا گیا۔ اس علاقہ میں بھگوان شری راج چندر جی نے بیج دینی کے جنگل میں جہاں اپنا ڈیرہ بنایا تھا۔ اسی جنگل کو اس ڈیرہ بالک سادھو نے چنا اور ذریعے فرید کے کنارے اپنا گھر بن کر رہنے لگا۔ اس وقت اس کی عمر ۲۲ سال کی تھی۔ نوجوان تھا۔ راجپوتوں کا خون۔ ذریعہ انگیوں کی آشیر وادھتی اس کے چہرے پر نور برستا تھا جس میں آدھی کے ساتھ اسکی اکھیں چار ہوتی تھیں وہ انہی کا جو جاتا تھا۔ کوئی آدمی بیمار ہوتا کسی کو کوئی دعا کی تکلیف ہوتی اور دیگر کوئی کھلو جھکڑا ہوتا۔ یہ دیر ویراگی اس کو اپنی دھوتی میں سے ایک ٹریہ لاکھ کی دیدیتا اور اسی سے وہ روکی بیماریا سب ٹھیک ہو جاتے۔ لیکن اس کا حکم تھا کوئی استری اس اشرم میں داخل نہیں ہو سکتی۔ اسہستہ اسہستہ یہ اشرم اور دیر ویراگی سارے علاقے میں مشہور ہونے لگا۔ کوئی جنگلی جانور بھی اس اشرم کے پاس نہ آتا تھا۔ اس اشرم کی بھڑیس۔ بکریاں۔ گائے اپنے آپ گھاس چر کر پس اچاتی تھیں۔ بہت کافی سادھو اس اشرم میں رہتے تھے۔ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس وقت پنجاب میں گھمسان کی لڑائی لڑی جا رہی تھی یہ دیر سادھو کیوں پنجاب چھوڑ کر دکھن کی طرف آ گیا؟ اس کا ایک ہی جواب ہے کہ دیر ویراگی اپنی بھگتی میں اتنا مست تھا کہ اس کو سوائے ایشور کے اور کوئی چیز نظر بھی نہ آتی تھی۔ اس اشرم میں رہتے رہتے جب کافی دیر ہو گئی تو یہ اٹھراہ بھوتوں پرنتیوں کا ڈیرہ ہے مشہور ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ اس دیر ویراگی نے حق۔ بھوت پریت اپنے دشمن میں کئے ہوئے ہیں۔ اور یہ ڈیرہ بھوت اٹھانے والے سادھو کا ڈیرہ بن کر رہ گیا ہے دوسری طرف گورو گوہند سنگھ جی ہمارا ج اپنے عیاروں بچوں کو دیش اور دھرم کی خاطر بلبدان کر رکھ کر اور اپنے چند بہادر سکھوں کو ساتھ لے کر پنجاب چھوڑ کر دیش کا کھرمزہ کرنے کو نکلے کیونکہ ہستوت پنجاب میں ان کی جان بھی خطرے میں تھی۔ ان کے بھرمزہ کا ایک ہی آدش تھا کہ سارے ڈیرہ میں شنگی گالی دیر کا دوبارہ منکھن کر کے پھر پنجاب میں آکر لڑائی لڑی جائے۔

آخرت میں جو میں جب دیر ویراگی ۳۳ سال کا تھا تو گورو ہمارا ج جی سے اس کی بھینٹ ہوئی۔ گورو جی اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسکی اشرم میں چلے آئے۔ بیریگی اشرم میں موجود نہ تھا۔ جب وہ اشرم میں دیکھا آیا تو گورو جی ہمارا ج کے ساتھ اسکی اکھیں چار ہوتیں دونوں دیروں کا ملاپ ایک طرف کھنستی صرف اور دوسری طرف سادھو وھم تھا۔ دونوں جہا پڑتوں کے چہرے پر نور برس رہا تھا۔ آخر بھگوان کو جو منظور تھا وہی ہوا۔ گورو ہمارا ج جی کی پہلی بھینٹ میں ہی کام ہو گیا۔ گورو جی کو یہ جان کر بہت خوشی ہوئی۔ یہ دیر بالک جتوں کشمیر کا رہتے ہو لاکھا۔ جب گورو جی ہمارا ج نے اس کو کشمیری پندتوں کے کہنے پر اپنے سونگہ پنا گورو تیغ بہادر جی کی شہادت کی یاد دلائی تو اس دیر بالک نے کہا کہ یا تو گورو ہمارا ج جی کے چاروں بچوں کا بدلہ لے کر بھڑوں کا یا خود مر جاؤں گا۔ گورو جی نے اس کو ایشور دیا۔ اپنے چند ساتھی اسکی تد اور جانکاری کیلئے بھیجے۔ اپنے تیرکان میں سے دیر نکال کر دیے کہتے ہیں کہ جو تیر بندہ بہادر کے اب بھی موجود ہیں ان میں وہ تیر بھی ہیں جو گورو جی نے انہیں اپنے ہاتھوں سے دے دیے تھے۔

گورو جی کی آشیر واد سے دیر ویراگی جس کو گورو جی نے اپنا بندہ بکر دیکھا رکھا۔ اپنے چند ساتھیوں اور باقی سادھوؤں کو مندر وھارن کر کر ساتھ لے کر چل پڑا۔ بھکر دیکھا راستے میں بھکر دیکھی آیا اس کو اپنی فوج میں بھرتی کیا گیا اور دشمن کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ جوں جوں بندہ بہادر آگے بڑھتا تھا اس کی شہرت ہندوؤں میں دیر پہلے ہی پھیل جاتی تھی۔ دہلی کے پاس پہنچتے پہنچتے اسکی فوج کی تعداد ہزاروں ہو گئی۔ لیکن اس نے دہلی کی بجائے ہندوستان کا راستہ لیا جہاں گورو جی کے دیوئے زندہ دیواروں میں چنے لگے دوسری طرف اور ناگ زیب ۲۰ سال لڑائیاں لڑتا ہوا دکھن میں مرجکا تھا۔ اسکی بیٹا بہادر شاہ تخت پر بیٹھا۔ دوسال کے بعد وہ بھی فر گیا۔ اسکے مرنے کے بعد تخت کے لئے جھگڑے شروع ہو گئے۔ دوسری طرف بندہ بہادر نے پنجاب کے اندر بکر بہت سے لوگوں کو اکٹھا کیا۔ فوج تیار کی گئی۔ سب کو گورو جی کا سندیش سنایا گیا۔ ہندو دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس فوج نے بہت سے علاقے کو فتح کر لیا۔ بندہ بہادر نے شاہی عذاب سے لوگوں کو بچھڑا کر دلا لیا۔ اور پنجاب میں دوبارہ ہندوؤں کا راج لایا گیا۔ بندہ بہادر کو اس راج کا بادشاہ



تسلیم کیا گیا۔ گوردی جہاز کا سہ چلا یا گیا۔ انکی ہر لگائی جاتی تھی۔ بندہ بہادر نے ۱۹۱۵ء سے ۱۹۱۶ء تک تقریباً اسی بڑی بڑی لڑائیاں لڑیں اور سب میں جیت حاصل کی۔ اس نے ۱۹۱۷ء میں چمپ کی راجکماری سے شادی کرنی۔ پہاڑی راجہ کی راجکماری سے شادی ہونے کے بعد ہر لوگ ایک ہو گئے۔ ریشادی بھی سیاسی شادی تھی۔ کیونکہ پہاڑی راجے گوردی کی مخالفت کرتے رہتے تھے۔ اس سے پنجاب کو بہت فائدہ پہنچا۔ بعد میں ایک لڑکا اس راجکماری سے پیدا ہوا۔ آج کچھ لوگ کہتے ہیں کہ گوردی کو بندہ لگایا جہاز کا بندہ بہادر کو شادی نہ کرنے اور راجہ بننے کا ارادہ نہ کیا تھا۔ لیکن اٹھاس کے اندر ایسی کوئی بات نہیں ملتی۔ کیونکہ گوردی جہاز نے خود شادی کی تھی۔ بندہ بہادر کی شادی کا ایک دوسرا کارن بھی تھا۔ جب کافی علاقے جیتنے کے بعد یہ خیال آیا کہ گوردی کی ساری مستحقان اس کے ہم سے جھگڑاں لے چھین لے۔ اب اگر ایسے ہی چند نام تو کس طرح انت میں راج کا ج کا کام چلے گا۔ اس پر وچار کر کے بعد ساری سنگت نے فیصلہ دیا کہ بندہ بہادر کی شادی کرائی جائے۔ اور جھگڑاں سے یہ پرہیز بھی کیجا وے کہ اس کے ہاں ایک زیر بالک کا جنم ہو جو بعد میں ساری قوم کی لیڈر شپ سنبھال سکے۔

آخر گوردی سپور قلعے کے اندر دشمن کا بازو بڑھنے کی وجہ سے ان کو رہنا پڑا۔ ویراگی کے ساتھ سینکڑوں سکھ فوجی۔ راجکماری اور اس کا چھوٹا بالک تھے۔ دشمن نے سب کو شاہی قیدی بنا لیا۔ ۱۹۱۷ء میں ان کو دہلی لے جایا گیا۔ ہر روز سو فوجیوں کا قتل ہوتا تھا۔ ان کے سر کاٹ کر نیزوں پر ٹانگا کر جلوس نکالا جاتا تھا۔ اٹھ دن کے بعد زیر بندہ بہادر کی باری آئی۔ راجکماری کو علیحدہ شاہی محل میں قید کیا گیا تھا۔ پتھر کے اندر اس شہر کو قتل گاہ میں لایا گیا۔ ایک طرف شہیدوں کے سر نیزوں پر لٹا کر رکھتے۔ جہاز دناک نظارہ تھا۔ بندہ بہادر کے چہرے پر ویسی ہی فزیرس رہا تھا۔ جیسے گرفتاری کے وقت تھا۔ شاہی جلاؤ نے تین بار پوچھا کہ کیا دہرم بدلنے کو تیار ہو؟ اگر آپ دہرم بدل کر مسلمان بن جاؤ۔ آپ کو ہائیر کے علاوہ ایک تینی جو قید ہے اور کچھ زندہ واپس کر دیا جائیگا۔ لیکن ایک ہی جواب تھا۔ نہیں!

آخر بندہ بہادر کو حکم دیا گیا کہ اپنے چار سالہ بچے کو قتل کرو۔ بندہ نے انکار کر دیا۔ اس پر جلاؤں نے بچے کو قتل کر کے اس کا کچھ بندہ بہادر کے منہ میں ڈالنے کی کوشش کی۔ بچے کا گوشت اس کی پھیپھڑوں پر پھینکا گیا۔ جلاؤں نے اپنا کام جاری رکھا اور دیکھتے زبوروں سے اس کے جسم کو کاٹا گیا۔ آخر دیش اور قوم کی خاطر بندہ بہادر نے یہاں شہیدی پر اپنی پست کی۔

اس کے بعد اس کی دھرم پتی راجکماری چمپ (جو قید تھی) پر منیہ نوبلوں نے ڈورے ڈالنے شروع کر دیئے۔ اسکی ایک آنٹیل سے شادی کر دی گئی۔ راجکماری راجپوت باپ کی بیٹی تھی۔ اس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ اور شیرنی کی طرح گرج کر بولی۔ کون بے چہرے جسم کو ہاتھ دگا سکتا ہے میں آگ ہوں۔ اسے بھسم کر دوں گی۔ آخر کافی دن کے بعد راجکماری نے ایک فیصلہ کیا۔ اس نے کہا کہ میں اس جرنیل سے ملنا چاہتی ہوں سارے شاہی محل میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ دوسرے دن صبح راجکماری دربار میں لائی گئی۔ دربار سے سب کو باہر نکال دیا گیا۔ اپنا تک اس خیر تھی تے اپنی گٹار سے اس جرنیل پر درا کیا۔ پہلے حار سے وہ بچ گیا۔ دوسرے در سے قدمے زخمی ہوا۔ اور آخر اس کے پیر سالار نے راجکماری کا کام تمام کر دیا۔ وہ اپنے شہید تھی اور پتھر کے پاس جا رہی تھی۔

یہ چند الفاظ اس شہید کی یاد گار اور شہر دھانچے کے طور پر پھینٹ گئے جاتے ہیں۔ اس سال خوش قسمتی سے اس کی تیسری جنم نشانی ہے۔ اس آئسو کو سارے شمالی بھارت میں منائے کی ضرورت ہے۔ دہلی۔ ریتھک۔ جالندھر۔ جموں اور راجوری، جہاں اس کا جنم



ہوا۔ بہت بڑا پروگرام کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے سب بھائیوں سے اپیل ہے کہ اس پروگرام کو سہل بنانے کے لئے تیسری جنم نشا بدی سستی سے سہیوگ کریں۔ اور دھن سستی کو راجوری کے پتے پر ارسال کریں۔ اس سے اس کے جنم ستھان پر اچھی یادگار بنانے میں مدد ملے گی۔

۵

## بندہ بہادر

نوبت تھوئی دیکھ

اوم

(۲)  
اب انکے اشارے پہ چلا بندہ بہادر  
خود وادی کے سلچے میں ڈھلا۔ بندہ بہادر  
آغوش شجاعت میں پلا بندہ بہادر  
دشمن کے لئے بن کے بلا بندہ بہادر  
سر رکھ کے ہتھیلی پہ کفن باندھ کے سر پر  
اور گر کے بھروسہ فقط اک خونی تبر پر

(۱)  
بیراگی کی کٹیا میں گوبند چلے گئے  
اور ہاتھ محبت کے اس طرف بڑھائے  
ہمدرد سمجھا کر اسے سب درد دکھائے  
ہمراز سمجھ کر اسے سب راز بتائے  
بندہ تے اے دل! رکھ دی وہیں ہاتھ کی مالا  
تلوار کسی کمر میں۔ اونچا کیا بھالا

(۴)

(۳)

اس طرح سے ڈو ہاتھ دکھاتا ہوا نکلا  
کہ کلاٹ کے سب ہاتھ گراتا ہوا نکلا  
اس شان سے سر اونچا اٹھاتا ہوا نکلا  
کہ دنیا میں اک دھاک بٹھلاتا ہوا نکلا  
معصوموں کا یوں بدلہ چکاتا ہوا نکلا  
پنجاب میں کھرام مچاتا ہوا نکلا

بجلی کی طرح تیغ چلاتا ہوا نکلا  
اور خون کا دریاں بہاتا ہوا نکلا  
یوں دشمنوں کے چمکے پھرتا ہوا نکلا  
یوں پرچے فوجوں کے اڑاتا ہوا نکلا  
سرنوک پر برچھے کی چڑھاتا ہوا نکلا  
اور لاشوں کو قدموں میں بچھاتا ہوا نکلا

(۵)

جس شہر میں جس گاؤں میں پاؤں لگا دھرنے  
مُشمن کے سپاہی وہیں توبہ لئے کرتے  
کچھ خوف کے مارے لگے بے موت ہی مرنے  
پراں نکھ کو چندھیا دیا بندہ کے تبر نے  
ہاتھ آگیا دشمن کے یہ اک دھوکہ میں آکر  
خود سو گیا آخر یہ ہزاروں کو سلا کر



# روی الیکٹرک وکس

اگر سین مارکیٹ شوک نگر نئی دہلی نمبر ۱۵  
ہاؤس وائرنگ عارضی روشنی کا نظام

موٹر وائینڈنگ اور بجلی کے سامان کے لئے ہماری  
خدمات حاصل کریں سنڈنگ بھائیوں اور دھارماک  
سنسٹھوں کیلئے خاص رعایت اور انش شرط ہے۔  
یروپائنسٹر  
روی الیکٹرک وکس ۷۷ ۲۵۲ اگر سین مارکیٹ نگر نئی دہلی ۱۵

# ڈیک فوٹو سوڈیو

اگر سین مارکیٹ نئی دہلی ۱۵  
سنت سنگی بہن بھائیوں کیلئے خاص رعایت

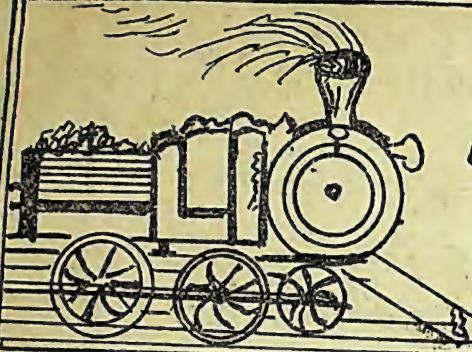
شادی بدست سنگ دھارماک پلسوں کی شاندار  
یادگار ایلم کی شکل میں رکھنے کیلئے ڈیک فوٹو سوڈیو  
W 213 اگر سین مارکیٹ سنت پورہ نزد تلک نگر نئی دہلی ۱۵  
پدھاریں  
بہترین اور مقررہ وقت پر سروس کی گارنٹی



بلی کی آنکھوں جیسی چمک  
جو توں پر لانے کے لئے  
بلی شوپا لیش  
بلی شوکریم کا استعمال

بلی بوٹ پا لیش کمپنی دہلی ۶





# ناردرن ریلوے

## ٹائم ٹیبل میں تبدیلیاں

نوسم سہ ماہ کے ٹائم ٹیبل میں یکم اکتوبر ۱۹۷۰ء سے مندرجہ ذیل اہم تبدیلیاں عمل میں آئیں گی۔

۱۔ نئی ٹرینیں چلائی گئیں۔ لکھنؤ اور بالامو کے درمیان۔  
لکھنؤ اور بالامو کے درمیان ایک سپر ٹرین جاری کی گئی۔ ٹرین لکھنؤ سے ۱۷-۲۰ بجکر چل کر بالامو ۱۹-۲۰ بجکر پہنچے گی۔  
ایسی پر بالامو سے ۷-۱۰ بجکر چل کر لکھنؤ ۹-۱۰ بجکر پہنچے گی۔

کوٹھنتر سے گاڑی ۱۵-۲۰ بجکر پروانہ ہوگی اور ۲۳-۴۰ بجکر چنید پہنچے گی۔  
کوٹھنتر اور چنید کے درمیان ایسی چنید سے ۹-۴۰ بجکر پروانہ ہوکر کوٹھنتر ۱۳-۲۰ بجکر پہنچے گی۔  
سعدول پور اور ہنومان گڑھ کے درمیان ہنومان گڑھ سے ۵ بجکر ۱۵ منٹ پروانہ ہوکر سعدول پور ۱۱ بجکر ۲۵ منٹ پہنچے گی۔  
ایسی پر سعدول پور سے ۱۷ بجکر ۱۵ منٹ پروانہ ہوکر ہنومان گڑھ ۲ بجکر ۲۵ منٹ پہنچے گی۔

۲۔ ٹرینیں جو تسوخ کی گئیں  
۱۔ نمبر ۱۸۲/۲ AP امرت سر اوڈی کے درمیان۔  
۲۔ نمبر ۱۸۹/۲۸۹ بٹالہ اور قادیان کے درمیان

۳۔ نمبر ۱۸۲/۲ JA جالندھر شہر اور امرت سر کے درمیان

۴۔ نمبر ۱۸۱ جالندھر شہر اور نگور کے درمیان۔ یہ ٹرین صرف ہفت روزہ کی ہے۔

۵۔ گاڑیاں جن کے راستے تبدیل کئے گئے۔

۶ DG غازی آباد۔ دہلی شٹل سروس براستہ نیا جمنائیل چلے گی۔  
خاص خاص سروسوں کے شاپ میں اضافے کئے گئے ہیں۔

۷۔ نئے شاپ  
نمبر ۳۳ آپ جکی بینک پر نمبر ۲ ڈاؤن اور نمبر ۶ ڈاؤن دونوں ایکسپریس گاڑیاں

ڈوٹی والہ پر نمبر ۴ آپ اور نمبر ۲ ڈاؤن مسوری ایکسپریس گاڑیاں رسی پر نمبر ۳۵۱ پنجر ایکسپریس گاڑیاں۔ نمبر ۵۱۴ اور

۵۱۴ پنجر گاڑیاں دھت ہالٹ پر ۴۰ ڈاؤن جنتا ایکسپریس دھوری اور بھیر پور پر ۱۵ ڈاؤن ڈون ایکسپریس

رائے والا اور ۹۹ آپ اور ۱۵۰ ڈاؤن ایکسپریس گاڑیاں کوسلی پر۔

۵۔ ٹرینیں جن کی رفتار تیز کی گئی۔ چنید میں اور ایکسپریس گاڑیوں کی رفتار زیادہ کی گئی ہے۔



جن میں 59/60 سری نگر ایکسپریس 33/34 کشتیبر میں 41 آپ سوری ایکسپریس 69 آپ تروہنی ایکسپریس  
207 آپ اگرہ ایکسپریس اور 96 ڈاؤن ماروار میں قابل ذکر ہیں۔

- ۴۔ گارٹیوں کے اوقات میں تبدیلی۔ نمبر 2 ڈاؤن دکشن ایکسپریس نئی دہلی پر بجائے 7 بجکر 40 منٹ کے 5 بج کر پہنچے گی۔  
نمبر 2 آپ دکشن ایکسپریس نئی دہلی سے 20 بجکر 50 منٹ کی بجائے 19 بجکر 15 منٹ پر روانہ ہوگی۔ نمبر 66/62 ورائسی پر  
17 بجکر 10 منٹ پر پہنچے گی بجائے 10/00 پر پہنچے گی۔  
نمبر 30 ڈاؤن لکھنؤ میں نئی دہلی سے 21 بجکر 20 منٹ پر روانہ ہونے کے بجائے 21 بجکر 40 منٹ پر روانہ ہوگی اور  
لکھنؤ 00-7 بجے کی بجائے 7 بجکر 20 منٹ پر پہنچے گی۔  
۵۔ ایئر کنڈیشنڈ سیٹیں جو خارج کی گئیں۔

مسوری ایکسپریس سے روزہ 16 اکتوبر 1940ء سے دہلی اور 17 اکتوبر سے ایئر کنڈیشنڈ سیٹیں ہٹا دی گئی ہیں۔  
اسی طرح 6 آپ اور 10 ڈاؤن دوں ایکسپریس ہفتہ میں دوبار چلنے والی دوارانسی (ڈیروون) سے روزہ یکم اکتوبر 1940ء سے  
ایئر کنڈیشنڈ سیٹیں ہٹا دی گئی ہیں 93 آپ اور 94 ڈاؤن جو دھور میں گارٹیوں پر (دہلی سے جو دھور) ہفتہ میں چار بار  
کے بجائے دوبار ایئر کنڈیشنڈ سیٹیں دہلی کی جائیں گی۔ یہ دہلی سے سوموار اور شکروار اور جو دھور سے اتوار اور دیروار  
کو مہیا ہوں گی۔

## ۸۔ فاصلے کی پابندی میں رعایت۔

3 آپ اور 4 ڈاؤن میں گارٹی کے ہتھوڑ کلاس کا سفر صرف مرزاپور اور الہ آباد کے درمیان 60 کلومیٹر کی پابندی نرم  
کر دی گئی ہے تاہم موجودہ پابندی اس ریلوے کے مغل سڑے مرزاپور سیٹھن برعائد ہوگی۔

- ۹۔ مفصل معلومات ناردرن ریلوے ٹائم ٹیبل سے حاصل ہو سکتی ہیں جو ریلوے ہیکنگ ریزرویشن۔ انکواری  
کے دفاتروں اور بڑے بڑے سیٹھنوں کے باب سٹالوں سے مل سکتا ہے۔

چیف اپریٹنگ سپرنٹنڈنٹ



ٹیکس سے بڑی سود

5% کمائیے

۱۔ سالہ نیشنل سٹیوننگ سرٹیفکیٹس

سراپہ گانے کے عمدہ وسیلے ہیں۔ یہ ٹیکس سے بڑی ۵ فیصد سود  
پیش کرتے ہیں۔ اگر آپ کا تعلق ادنیٰ آمدنی والے طبقے سے ہے تو جیسا نچے دکایا گیا ہے؟  
تو سود کی شرح کچھ اس طرح ہوگی ....

آپ کو ملے گا	اگر آپ کی آمدنی ہے
6.37 فیصد	20,000 روپے
7.99 فیصد	30,000 روپے
9.39 فیصد	40,000 روپے
14.71 فیصد	50,000 روپے



تفصیل اپنے ڈاک گھر سے معلوم کیجئے۔  
قومی بچت اس کے تحت



ہمارا خاندانی منصوبہ بندی کا پروگرام ایک  
 جامع پروگرام ہے۔ ہم اسے آبادی پر قابو پانے  
 کے محدود نظریے سے نہیں دیکھتے بلکہ ماقبالہ  
 بچوں کی بہتر صحت کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔  
 — شرمیٹھ اندرا گاندھی







**BANDA VIR VERAGI**



# MONTHLY 'OM' DELHI.

Vol. 37

NOVEMBER 1970

Regd. No. D—209



شہنشاہ کپڑوں میں برہمت

Sood Litho Press, Pataudi House, Darayganj, Delhi Phane :